

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِكَلِمَةٍ تَوْابِلٍ بِصِيغَتِكَ مَارْتَعِدُ نَفْسٌ تَوْابِلٍ كَوْنُهَا كَلِمَةٌ بِحَالٍ بِهَا
 تَبَالُغُ الْفَنَاءِ بِحَالٍ بِهَا تَبَالُغُ الْفَنَاءِ بِحَالٍ بِهَا تَبَالُغُ الْفَنَاءِ بِحَالٍ بِهَا

یاد رکھیں کہ توبہ کا اصل یہ ہے کہ انسان توبہ کرنے کے لیے توبہ کرے اور وہ توبہ کرنے کے لیے توبہ کرے۔
 توبہ کرنا ہے اور اسے اصل پر توبہ کرنا ہے تاکہ اسے توبہ کرنے کے لیے توبہ کرے۔

الفتح المبین

مؤلف

حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری

شیخ الحدیث مدرسہ المدینۃ العلمیہ شہرہ پورہ پاکستان لاہور

ضیاء الہیہ آن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

بَلَّغْنَاكَ الْخَبْرَ الْوَاقِعَ فَانْهَوِ عَنْهُ وَكَيْفَ الْوَلِيُّ الْقَائِمُ

بلکہ ہم آپ کو باطل پر بھیج دیتے ہیں تو حق باطل کا بھید
نکال دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور اسے
باطل پرستوں کے لیے دکھاتے ہیں کہ ان اناربابوں کے
باعث جو تم بیان کرتے ہو۔

الفتح المبين

فی رد اعراض المعترضین

مؤلف

حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری
شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ لاہور

ضیاء الہدیٰ آن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

فہرست

7	تقریظ
8	تعارف مصنف
13	تقدیم
18	وہابی کسے کہا جائے گا
20	علاقہ نجد سے شیطانی گروہ کا ظہور
23	وہابی سب مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کا قتل عام جائز سمجھتے ہیں۔
24	وہابیہ کے متعلق مزید چند گواہیاں
25	مولوی عبید اللہ سندھی کی گواہی
26	مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی گواہی
29	لفظ وہابی باعث شرم اور واجب تعزیر ہے
30	مدار ایمان تعظیم رسالت پر ہے
32	ضروری گزارش
32	انعام
33	الفتح المسبین فی رد اعتراض المحترضین
35	اعتراض نمبر 1 اور اس کا جواب
36	ترندی کی روایت اور اس کی تحقیق
42	خیانت و جعل سازی
42	نسائی شریف کی حدیث کا صحیح مطلب
44	اعتراض نمبر 2 اور اس کا جواب

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	الفتح المسبین فی رد اعتراض المحترضین
مصنف	حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری
بتعاون	علامہ مفتی نور الہی سکندری
سال اشاعت	ستمبر 2006ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z 88
قیمت	90 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

ڈاکٹر پارو ڈی، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ انٹری پریمیا رکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:- 021-2212011-2630411۔ فیکس:- 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

- 45 دوسرا جواب، قرآن مجید سے میلہ والنبی منانے کا ثبوت
- 47 قرآن مجید سے میلہ کی خوشی منانے کا ثبوت
- 50 عمل صحابہ و تابعین سے محفل میلہ کا ثبوت
- 53 حضور نے اپنے فضائل اور اپنا میلہ و خود بیان فرمایا
- 58 جشن میلہ کے بارے میں اکابرین امت کا فتویٰ
- 66 اعتراض نمبر 3 اور اس کا جواب
- 67 گنگوہی کے فتویٰ کی نقل
- 72 مزید چند نمونے بلا تبصرہ
- 74 جاہلانہ اعتراض
- 74 اعتراض نمبر 4 اور اس کا جواب
- 75 معترض کی علمی قابلیت
- 76 غلامہ ابن کثیر کا بیان۔ بادشاہ مظفر الدین
- 77 محفل میلہ مسلمانوں میں ہمیشہ سے رائج ہے
- 79 محفل میلہ کے بارے میں مختلف علماء کی مخالفت کا شوشہ
- 81 ابن تیمیہ کے بارے میں علماء اسلام کی آراء
- 84 حضرت امام ربانی پر مخالفت میلہ کی تہمت اور اس کا جواب
- 86 معترض صاحب کی بے علمی
- 86 محفل میلہ اور غلامہ ابن الحاج
- 88 انوکھا استدلال اور عجیب اعتراض
- 88 اعتراض نمبر 5 اور اس کا جواب
- 90 علماء دیوبند کے اقوال سے اعتراض کی تردید
- 91 آخری حربہ اور بے سرو پا اعتراض

- 92 اعتراض نمبر 6 اور اس کا جواب
- 93 اعتراض کا پوسٹ مارٹم
- 96 لامکانہ اور لامکانی میں فرق
- 97 لقب شہباز لامکانی کا مطلب
- 97 معترض کے مزید اعتراضات
- 98 معترض خود قرآن وحدیث کا منکر ہے
- 102 مسلمانوں پر بہتان
- 103 الزام تراشی
- 106 اعتراض نمبر 7 اور اس کا جواب
- 107 علم غیب کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ
- 108 علم غیب کے مراتب کا بیان
- 109 علم غیب کے منکر کے بارے میں ضروری تنبیہ
- 109 استاذی مفتی اعظم پاکستان کا ارشاد
- 110 علم غیب عطائی کا قرآن مجید سے ثبوت
- 116 نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والا
- 116 اعتراض نمبر 8 اور اس کا جواب
- 118 ماکنت تدری کے متعلق مفسرین کے آراء
- 123 کرامت کا انکار
- 124 کرامت کا منکر دل کا اندھا
- 125 کرامات اولیاء حق ہیں
- 126 اعتراض نمبر 9 اور اس کا جواب
- 128 بزرگان دین کے ہاں امی کے معنی

- معتزض کا احقرانہ ہٹکوسندہ
 133 (معاذ اللہ) حضور اپنے کپڑوں میں سے جو کس نکالا کرتے تھے (دیوبندی ملا
 کا الزام)
 134
 135 اعتراض نمبر 10 اور اس کا جواب
 136 حدیث یفلی فونہ کے صحیح معنی
 141 جنس کو جنس میں ڈھانک کر بھیجنے کی تہمت
 143 آیت انا بشر کا ترجمہ اور مفہوم
 145 چنانچہ
 145 مولوی علی محمد کے اعتراضات کا جواب
 147 انبیاء کو اپنے جیسا بشر جاننا اور کہنا کفار کا شبیہ ہے
 149 حضور کا ارشاد میں تمہارے مثل نہیں اور صحابہ کا اقرار ہم آپ کے مثل نہیں
 150 آیت انما انا بشر کا مطلب
 152 آیت قد جاءکم من اللہ نور سے حضور کے نور ہونے کا ثبوت
 154 حضور کے نور من نور اللہ ہونے کا مطلب
 154 حضور کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں

تقریظ

شرف مست محقق اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دام اقبالہ
 نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ابابعد!

ایک مسلمان کے لئے سب سے قیمتی متاع دولت ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے
 حبیب ﷺ کی محبت ہے۔
 بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا وظیفہ زندگی ہی سرکارِ دو عالم ﷺ کے ذکر اور
 چرچے کو روکنا اور آپ کے علم شریف کی وسعتوں پر اعتراض کرنا ہے۔
 زیر نظر کتاب مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب کی تصنیف
 سندھی سیف یزدانی کا اردو ترجمہ ہے۔
 جس میں الحمد للہ مفتی صاحب نے مسلک اہل سنت و جماعت کا دفاع بھرپور انداز
 میں کیا ہے اور دینی حیثیت کا بھی زبردست مظاہرہ فرمایا ہے۔
 لاؤ گاندہ کے مولوی علی محمد کے شبہات کا باحوالہ ایسا ازالہ کیا ہے کہ باید و شاید اللہ تعالیٰ
 آپ کو اس کا رخیہ کی جزائے عظیم عطا فرمائے آپ نے عامۃ المسلمین کے دین و ایمان کے
 تحفظ کے لئے ایک علمی قلعہ تیار کر دیا ہے۔

آج کے پرفتن دور میں مسلمانوں کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اپنا ایمانی تعلق اللہ
 تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔

بھٹائی برساں خولیش را کہ دین ہمہ دست اگر باؤن رسیدی تمام بولہی است
 (اقبال)

شو کریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ ہو

(امام احمد رضا بریلوی)

محمد عبدالحکیم شرف قادری (03-12-2005)

تعارف مصنف

از رشحات قلم

فاضل نوجوان جگر گوشہ مفتی اعظم پاکستان علامہ مولانا صاحبزادہ غلام مرتضیٰ ہزاروی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ۔

خالق کائنات نے اس عالم رنگ و بو میں بے شمار مصنوعات و مخلوقات کو تخلیق فرمایا لیکن جو مقام و مرتبہ حاملین ایمان و علم کو عطا فرمایا وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث مبارکہ میں ارباب علم و فضل کے جو فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں وہ کسی صاحب فہم و فراست پر پوشیدہ نہیں۔

علمائے کبار و مشاہیر امت کا تذکرہ جہاں علم و عمل درست کرنے کا باعث ہوتا ہے وہاں مستقبل میں ایک صالح روایت کے تسلسل کا موجب بھی اہل سنت و جماعت کے نامور عالم باعمل یا دیگر اسلاف مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری دامت برکاتہم کی ذات وادی سندھ اور اندرون و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

خاندانی پس منظر

وادی سندھ کے زرخیز ضلع خیر پور میرس کی تحصیل میرواہ میں قبلہ مفتی صاحب کے خاندان کی حیثیت کئی برسوں سے مسلّمہ اور ممتاز ہے۔ علاقائی اثر و رسوخ کے علاوہ شرافت و علمی لگاؤ کی وجہ سے علاقہ بھر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن قبلہ مفتی صاحب کے وجود مسعود کی وجہ سے اس خاندان کی مزید عزت افزائی خاندان اور علاقہ کے لئے قابل فخر ہے۔

ولادت باسعادت

یکم ستمبر 1944ء مطابق 27 رمضان المبارک 1365ھ بروز ہفتہ بوقت 5 بجے صبح

عاشق رسول الحاج محراب خان کے گھر آنکھ کھولی۔

ابتدائی تعلیم

قرآن مجید اور مکمل تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی۔

دینی تعلیم

گھر میں دینی و علمی ماحول میسر ہونے کے سبب آپ کے دادا جان الحاج قادر داور رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سندھ کے عظیم روحانی خانوادہ پیران پا گارہ کی قائم کردہ دینی درس گاہ میں داخل کروایا جس میں اس وقت کے جید علماء کرام دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے ابتدائی کتب سے انتہائی کتب تک آپ کی تعلیم و تربیت انہی جید علماء کے زیر سایہ ہوئی جن کی قابلیت و محنت کا ثمرہ قبلہ مفتی صاحب کی جہر علمی، عاجزی و انکساری اور مسلک حق سے والہانہ محبت کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جن استاذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

نبیرہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ

فقیر العصر مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحب دوا خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ

متکلم دوران فخر المدین حضرت علامہ سید حسین امام اختر رحمۃ اللہ علیہ

بقیۃ السلف عالم باعمل علامہ مولانا مفتی محمد صالح مہر رحمۃ اللہ علیہ

سند المدین علامہ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدرس بے بدل علامہ مولانا عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ

27 رجب المرجب 1386ھ بمطابق 11 نومبر 1966ء کو درس نظامی سے

فراغت کے بعد دستار فضیلت جید علماء کرام کے ہاتھوں انجام پائی۔ جن میں امام اہل سنت

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ
مناظر ملت پیر طریقت علامہ غلام مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور عاشق رسول فقیہ اعظم سندھ
علامہ مولانا محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

عملی زندگی

فراغت کے بعد اپنے اساتذہ کرام کی خواہش پر ضلع ساگھڑ کے چھوٹے سے شہر شاہ
پور چاکر میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی خلوص لگن اور علمی شہرت نے طالبان علم کو اپنی
جانب متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے سے مکان میں شروع کیا جانے والا کتب عظیم
جامعہ کی صورت اختیار کر گیا۔ جس میں اس وقت طلباء کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔ بچیوں کی
دینی تعلیم کے لئے بھی ایک ادارہ کا قیام قبلہ مفتی صاحب فرما چکے ہیں۔ جن میں اس وقت
تک بچیوں کی کثیر تعداد زیر تربیت ہے۔ وسائل کی کمی اور تنگ نظر ماحول کے باوجود حضرت
مفتی صاحب اپنی ذات میں ایک منظم تحریک اور اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔

مناظرے

فراغت کے پانچ سال بعد آپ نے دیوبندیوں کے مشہور مدرس و مناظر مولوی عرض
محمد بوڈار (جس کا اس وقت درس و تدریس کا تجربہ چالیس سال تھا) سے علم غیب رسول اللہ
ﷺ کے موضوع پر تاریخی مناظرہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ جس کے چرچے عوام و
علماء میں آج تک مشہور ہیں۔ دوسرا مناظرہ بھی اسی مسلک کے مناظر عبد اللہ شاہ سے ہوا جو
کہ اصل میں علامہ اویسی صاحب نے کرنا تھا مگر دیوبندی مناظر اردو نہ آنے کا بہانہ بنا کر
بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم زبان مناظر کی شرط پر قبلہ مفتی صاحب کو اس کے سامنے لایا
گیا۔ مناظرہ کے چند ہی لمحوں میں مذکورہ مناظر قبلہ مفتی صاحب کی تبحر علمی و حاضر جوابی کی
تاب نہ لاسکا اور اپنے ساتھ لائی ہوئی کتب کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گیا۔

سفر حج

قبلہ مفتی صاحب تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ جن میں ایک
حج اکبر بھی شامل ہے۔ ذالک فضل اللہ یونہی من یشاء

تحرار یک میں حصہ

تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں قبلہ مفتی صاحب کا اہم گرامی سندھ کے علماء
میں سرفہرست ہے۔

بے مثال خطیب

آج کل کے علمی و عملی انحطاط کے دور میں قبلہ مفتی صاحب جیسے خطیب خال خال نظر
آتے ہیں۔ آپ کے لہجے میں سوز بلالی بھی ہے اور تلقین غزالی بھی ہے۔ دلائل و لطیف
نکات بھی ہیں تو عربی عبارات کی صحت و روانی بھی، وادی سندھ اور بلوچستان کے اکثر
علاقوں میں کسی بھی دینی پروگرام کی کامیابی کے لئے قبلہ مفتی صاحب کا نام ہی قابل ضمانت
سمجھا جاتا ہے۔ علماء و مشائخ کی جانب سے ابوالنصر، شیر مصطفیٰ اور سلطان الواعظین جیسے
القابات ان کے ہر دل عزیز ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

قصائیف

مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت میں جہاں قبلہ مفتی صاحب نے تقریر
کے ذریعے خدمات سر انجام دی ہیں وہاں تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں۔ بدغائب کے
رد و ابطال میں سندھی زبان میں مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی بھی قبلہ مفتی صاحب
کرتے ہیں۔ جس وجہ سے آپ کی لکھی ہوئی کتب میں سے اکثر کا تعلق مناظرہ سے ہے۔

1۔ سیف سکندری۔ 2۔ سیف یزدانی۔ 3۔ سد سکندری۔ 4۔ دیوبندی دھرم اور عقائد اہل
سنت۔ 5۔ شیخان علی غیر مطبوعہ۔ 6۔ ذکر عید میلاد النبی ﷺ۔ 7۔ تحفۃ المؤمنین۔ 8۔

صحبت نامہ۔ 9۔ فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زیر طبع

روحانی اولاد کے وسیع سلسلہ کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی ہیں۔

بڑے صاحبزادے عبداللہی ہیں دوسرے مولانا مفتی نور اللہ نعیمی سکندری ہیں جو کہ علامہ مولانا غلام رسول سعیدی کے قابل فخر تلامذہ میں سے ہیں۔ اور اپنے والد گرامی کے زیر سایہ اپنے ادارے کی نظامت تعلیم اور دارالافتاء کی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں، تیسرے حافظ وقاری حق نئی سکندری ہیں جو کہ ذہین و فطین طلباء میں سے ہیں اور بنور جامعہ نظامیہ رضویہ میں درس نظامی کی تکمیل کے لئے زیر تعلیم ہیں۔ چوتھے فضل اللہی ہیں جو کہ زیر تعلیم ہیں نیز آپ کی ایک صاحبزادی حافظہ وقاریہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تکمیل کے لئے اپنے ادارے میں زیر تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی تمام اولاد کو مفتی صاحب کی طرح عالم باعمل اور دین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً قبلہ مفتی صاحب کے بارے میں یہ چند کلمات لکھنا میرے لئے قابل فخر اور سرمایہ حیات ہیں۔ رب کائنات ان کے وجود مسعود کو سلامت رکھے اور آپ کی تحریروں اور تقریروں کو آئندہ نسلوں کے عقیدہ و عمل کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

آمین، مجاہدہ یاسین

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولي من الدن والكره تكبيرا والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين سيدنا محمد بن المعجبي وارسله الله تعالى الى كافة للناس بشيرا او نذيرا وكان نبيا وادم بين الطين والماء والسلام على من اتبع الهدى وان العذاب على من كذب وتولى ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا وسلام على عباده الذين

اصطفى اما بعد:

فقیر راقم الحروف احباب کی دعوت پر مورخہ 17 ستمبر 1994ء تقریب جشن عید میاں ادیبی ﷺ منقہ جلسہ سادات مسجد "لاؤ کاندہ" میں شریک ہوا آغاز تقریر سے پہلے شہر کے چند جوانوں نے مجھے ایک کتاب "آئینہ اعتقاد" مولفہ مولوی علی محمد ساکن لاؤ کاندہ دکھائی۔ فقیر نے سرسری نظر سے اس کتاب کے چند مقامات کا مطالعہ کیا تو مولف کتاب کی کلمی بد مذہبی اور انتہائی جہالت و سفاہت پر حیران و ششدر ہو کر رہ گیا، کتاب کیا ہے؟ وہاں نہ خرافات و کفریات کا ناپاک مجموعہ ہے! چنانچہ یہ مولف ایک مقام پر بفرصہ صاف، عالم ماکان و مایکون سید الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رفیع میں تنقیص و توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "ان کو تو پہلے کتاب اور ایمان کا بھی پتہ نہ تھا"۔ صفحہ 37۔ اور دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔ "اللہ نے تجھے راستہ سے بے خبر دیکھا پھر راستہ دے دیا"۔ صفحہ 37۔ نیز ایک جگہ تو شفیع الرحمن رحمتہ للعالمین ﷺ کے متعلق انتہائی غلط بیانی کرتے

ہوئے بڑی گستاخی و بے باکی کے ساتھ یہاں تک لکھا کہ آپ ﷺ کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن ہوں گے“ صفحہ 208۔

بہ حیثیت ایک مسلمان اور غلام غلامان مصطفیٰ ﷺ فقیر کی دینی حیثیت اور غیرت ایمانی نے جوش مارا اور اس امر پر ابھارا کہ اس ایمان سوز باتوں میں سے کچھ کا جواب آج کی تقریر میں دے دیا جائے۔ اس کے بعد اس کتاب ”آئینہ اعتقاد“ کا مکمل و مسکت جواب تحریر کر کے کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ فرزندانِ توحید، عاشقانِ رسول مقبول ﷺ، مسلمانانِ اہل سنت و جماعت اصل حقیقت سے واقف ہو کر اس طرح کی گمراہ کن تقریروں اور تحریروں سے فریب کھانے اور گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔ چنانچہ فقیر نے اس جلسے میں تقریر کے دوران کتاب آئینہ اعتقاد کی تردید میں کم و بیش دو گھنٹے صرف کر دیے فقیر کی یہ مدلل و مسکت تقریر کیسٹ میں محفوظ کر لی گئی تھی اور اس کے بعد احباب اس کی ہزار ہا کاپیاں کر کر تقسیم کر چکے ہیں۔

فالحمد لله على ذالك والصلوة والسلام على حبيبہ سيدنا

محمد و على آله واصحابہ اجمعين

فقیر نے اپنی تقریر میں مولوی علی محمد کے بارے میں جو کچھ بیان کیا اور کہا وہ کم ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ورنہ حقیقتاً از روئے قرآن و حدیث اس بات پر اجماع امت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین و تنقیص کفر اور اس کا مرتکب کافر واجب القتل ہے۔
امام قاضی عیاض محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حرم الله تعالى اذاه في كتابه واجمعت الامة على قتل

منتقصبه من المسلمين وسابہ (الشفاء صفحہ 186، جلد 2، مطبوعہ مصر)

اللہ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا حرام فرمایا ہے اور تمام امت اس پر مجتمع (متفق) ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان

میں تنقیص کرے اور جو کوئی حضور کو گالی دے اس کو قتل کر دیا جائے۔“ نیز فرمایا:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبي صلى الله

عليه وسلم المنتقص له كافر والوعيد جاز عليه بعدا ب الله له

، حكمه عند الامة القتل ومن شك في كفره و عذابه كفر

(الشفاء، صفحہ 190، جلد 2)

حضرت محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا ان کی شان میں تنقیص کرنے والا کافر ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کافر ہونے اور اس کے معذب ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ نیز الشفاء صفحہ 203 پر امام قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ:

”اس کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا جو بالقصد تنقیص شان کرے۔ دوسری صورت

اسی طرح روشن و ظاہر یہ ہے کہ قائل نہ تنقیص و تحقیر کا قصد کرے نہ اس کا معتقد ہو

مگر رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں کلمہ کفر بول اٹھے جو حضور کے حق میں تنقیص

شان ہو مثلاً کوئی بے ادب یا کالفاظ یا بری بات اور ایک طرح تنقیص کا لفظ بولے

اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے مذمت و توہین کا ارادہ نہ کیا بلکہ

جہالت یا جھنجھلاہٹ یا نشے میں بک دیا یہ بات کہنے میں، زبان روکنے کی کمی یا

بے باکی سے صادر ہوا اس صورت میں حکم بے رحمہ وہی پہلی صورت کا حکم ہے فوراً قتل

کیا جائے بلا توقف۔“

نیز اس مسئلہ میں آج تک کسی محقق عالم نے اختلاف نہیں کیا کہ توہین خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ جس بھی کلام میں عرف یا محاورے کی رو سے توہین و تنقیص کے معنی مفہوم ہوتے ہوں۔ توہین ہی قرار پائے گا۔ کوئی تاویل معتبر نہ ہوگی اور کوئی عذر یا بہانہ یا حیلہ تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر تاویل کے سہارے کفر یہ کلام یا

باتوں کا دفاع کیا جائے گا تو دریدہ دہنی کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر کس و ناکس کو اپنے کفریہ کلمات کے دفاع و جواز کے لئے تاویل کا سہارا اختیار کر کے جان چھڑانے کا موقع مل جائے گا۔ نیز علماء اسلام کا یہ بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی توہین کا مرتکب خواہ خود کو مسلمان کہلاتا ہو اور احکام اسلام پر عامل بھی ہو پھر بھی توہین کے ارتکاب کے سبب کافر ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو ”حبیبہ الولاء والحکام علی احکام شاتم خیر الامام صفحہ 3 مولفہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نیز امام قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”علماء امت کا یہ بھی اجماعی فیصلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت، احترام اور تعظیم جس طرح ان کی حیات ظاہری میں ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اسی طرح ان کے دصال ظاہری کے بعد اب بھی فرض ہے۔“

ملاحظہ ہو (الشفاء، صفحہ 32، صفحہ 214، جلد 2) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَتَّى وَ يُرْذَقُ
”یعنی اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق ملتا ہے۔“

اس لئے اب بھی ان کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب حضور ﷺ کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا عَظِيمًا (الاحزاب)

”بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ ایذا سے پاک ہے اسے کوئی ایذا نہیں دے سکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی تو توہین کو اپنی ہی ایذا فرمایا ہے۔ نیز فرمایا:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبہ)

”جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

نیز باری تعالیٰ نے توہین رسالت کی سزا قتل فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت توہین رسول ہے اسی بناء پر کافروں کے قتل کا حکم دیا گیا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاؤُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (انفال: 13)
”یہ یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم۔“

اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر مدارک صفحہ 171، جلد 2، تفسیر خازن، صفحہ 171، جلد 2) نیز فرمایا:

مَنْعُوذِينَ أَيْمَانُ تَقِيَهُوا أُخَذُوا وَقُتِلُوا تَقِيَتِي (الاحزاب)

”پھونکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔“

آیات قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ مرتکب توہین رسالت کی سزا قطعی طور پر قتل ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم او شتمه او عابه او
تنقصه قتل مسلما كان او كافرا ولا يستتاب

نیز فرمایا:

من سب النبي صلى الله عليه وسلم او غيره من النبيين من

مسلم او كافر قتل ولم يستتب (الشفاء، صفحہ 190، جلد 2)

”جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرے یا ان کو گالی دے یا ان پر عیب لگائے یا ان کی تنقیص کرے اس کو قتل کیا جائے گا، وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔“

نیز فرمایا:

”جو شخص نبی اکرم ﷺ کو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دے، خواہ وہ

مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے اور اس کو توبہ کے لئے نہیں کہا جائے گا کہ وہ توبہ کرے تو اسی کو چھوڑ دیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولو قال للنبي صلى الله عليه وسلم ذاك الرجل قال كذا وكذا فقد قيل يكفر (تبيين الولاة والإحكام، صفحہ 13)

جو کوئی نبی اکرم ﷺ کے لئے کہے کہ ”اس شخص نے اس طرح کہا ہے“ ایسا کہنے والے کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہے اس تصریح کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے لئے ”اس شخص“ کا لفظ کا استعمال کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور ”مؤلف آئینہ اعتقاد“ نے لکھا ہے کہ۔

”ان کو ایمان اور کتاب کا پہلے پتہ بھی نہ تھا“ تو کیا اس کا اس طرح لکھنا کفر نہیں؟ بے شک یہ لکھنا کفر ہے۔

وہابی کسے کہا جائے گا؟

قارئین کرام! غیب دان نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے گمراہ و گستاخ فرقہ کی مکمل پہچان بیان فرمادی ہے۔ ان کی نشانیاں، علامات، افعال، اقوال اور ان کی منحوس شکل و صورت اور حلیہ تک بتا دیا ہوا ہے۔ تاکہ فرزند ان توحید مومن مسلمان ان کو دیکھتے ہی بڑی آسانی سے پہچان لیا کریں۔ اور ان کی فریب کاریوں سے کہیں دھوکہ نہ کھا جائیں۔ ان کی گمراہی و شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں اور نہ خود ان کے قریب جائیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ”یمن“ سے آیا ہوا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا۔ الجھی ہوئی گھٹی داڑھی والا، بلند رخساروں، دھنسی ہوئی آنکھوں والا، پیشانی بھری ہوئی، استرے سے سرمند ہوا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) اللہ سے ڈر (یعنی مال غنیمت تقسیم کرنے میں بے انصافی نہ کر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو اور کون اللہ کی فرمانبرداری کرے گا؟ اللہ تو مجھے زمین والوں پر امین بتاتا ہے آیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر مڑا (یعنی واپس جانے لگا) تو جماعت میں سے ایک آدمی غالباً خالد بن ولید نے حضور ﷺ سے اس شخص کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ اور وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے۔ (مسلم صفحہ 340، جلد اول)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَعَا فَاثْنَا لَهٗ اصْحَابَا يَحْقِرُ احَدَكُمُ صَلَوتُهُ مَعَ صَلَوتِهِمْ وَصِيَامُهُ

مَعَ صِيَامِهِمْ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ نَوَاقِيهِمْ

(مسلم صفحہ 341، جلد 1)

”اس (معرض) کو جانے دو یعنی قتل نہ کر دے یقیناً اس کے ایسے ساتھی پیدا ہونے والے ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن کے قاری ہوں گے لیکن قرآن ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اترے گا۔“

شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے اور حلق اور منہ سے اوائیگی حروف، تقطیع و تلاوت کے سوائے قرآن سے، ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ الہی میں نہ پہنچے گا۔ اور نہ قبول کیا جائے گا۔ (صحیح بخاری، صفحہ 623، جلد دوم) پر اس گستاخ رسول کے مندرجہ بالا حلیہ کیساتھ

”مشمور الازار“ بھی وارو ہے یعنی معترض نے تہمند کھینچ کر باندھ رکھا تھا۔ نیز خوارج کی علامات میں سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک علامت یہ بیان فرمائی۔

سیمامہم التحالقی (مسلم صفحہ 342، جلد اول) استرے سے سرمنڈانا ان کی خاص علامت ہے، شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد 4، صفحہ 561، میں ان علامات کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے:

این حلیہ دلالت دارد بر شرارت و جہالت و قساوت قلب و
ہمہ نحو ارج ہم چنین بودند

”یہ علیہ شرارت و جہالت اور قساوت قلب پر دلالت کرتا ہے اور سارے خارجی ایسے ہی ہوتے ہیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

انہ قال سیکون فی آخر الزمان ناس من امتی یحدثونکم مالم
تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاہم

(ابن حبان صفحہ 299، جلد 8، اور فردوسِ دہلی، صفحہ 315، جلد 2)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب آخر زمانہ میں میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسی باتیں بتائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی۔ (پس خبردار) تم ان لوگوں سے دور رہنا اور نہ ان کو اپنے قریب آنے دینا۔ خبر صادق و مصدوق سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس بے دین گمراہ فرقے نجدیہ وہابیہ کی دیگر علامات کے ساتھ ان کے مرکزی مقام کی نشان دہی بھی فرمادی ہے۔ تاکہ ان کی پہچان میں کوئی کسی قسم کا ابہام نہ رہ جائے۔

علاقہ نجد سے شیطانی گروہ کا ظہور ہوگا

صحیح بخاری جلد اول صفحہ 141 اور مشکوٰۃ کتاب الفتن باب ذکر الیسین والشام میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم بارک لنا فی شامنا
”سرکارِ دو عالم ﷺ نے دعا مانگی، اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے شام میں۔“

اللہم بارک لنا فی یمنا

”اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے یمن میں۔“

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ دنیٰ نجدنا یا رسول اللہ! آپ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ ہمارے نجد میں بھی برکت عطا کرے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کی عرض سننے کے باوجود پھر دعا فرمائی۔

اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمنا

صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! نجد کے لئے دعا فرمائیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار صحابہ کی درخواست کو سننے پر فرمایا:

هناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطان

”وہاں (نجد میں) زلزلے ہیں اور فتنے ہیں اور سرزمین نجد میں قرن الشیطان طلوع ہوگا۔“

یعنی نجد سے شیطانی گروہ نکلنے والا ہے اس لئے میں نجد میں برکت ملنے کی دعا نہیں مانگتا۔

نجدیہ وہابیہ کی ایک مخصوص علامت استرے سے سرمنڈانا ہے رسول اللہ ﷺ نے نجدیہ وہابیہ کی ایک مخصوص علامت بیان فرمائی ہے:

عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر قوما یكون

فی امتہ ینخرجون فی فرقة من الناس سیمامہم التحلیق ہم شر

الخلق او من شر الخلق (مسند امام احمد بن حنبل، صفحہ 5، جلد 3)

”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی شک نبی اکرم

ﷺ نے اپنی امت میں سے پیدا ہونے والے ایک گروہ کا ذکر فرمایا۔ کہ میری امت کے لوگوں میں سے ایک فرقہ پیدا ہوگا جس کی خاص علامت سترے سے سرمٹا انا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے۔“

مذکورہ بالا احادیث میں بیان شدہ علامات، فرقہ نجدیہ وہابیہ پر صادق آتی ہیں اس کے علاوہ جس طرح ابوالخوارج ذوالخویرہ حرقوم بن زہیر تسمی گستاخ رسول نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یافا محمد اغدیل کہہ کر اپنے جیسا بشر جان کر عدل و انصاف کا وعدہ سنایا تھا اور اس کی نسل میں سے پیدا ہونے والے گمراہ و خارج از اسلام لوگوں کی علامات بیان فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو ان کے شر و گمراہی سے بچنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس کی طرح سارے نجدی وہابی رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس و ارفع میں انتہائی گستاخ اور بے ادب ہیں۔ امام الوہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی نے ابوالخوارج وہابیہ ذوالخویرہ حرقوم بن زہیر کی پیروی کی اور توحید کی آڑ میں تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے عموماً اور سید الانبیاء امام المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا داد فضائل و فیوض و برکات کا خصوصاً انکار کیا۔ اور اسی بیخ پر فرقہ نجدیہ وہابیہ کا فتنہ برپا کر کے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا خطرناک و مسموم بیج بوکر، **هُمْ شُرُءُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيفَةِ** کا مصداق بنا۔ چنانچہ مفتی مکہ مکرمہ حضرت علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفي قوله عليه الصلوة والسلام سيماهم التحليق تنقيص على هؤلاء القوم الخارجين من المشرق التابعين لابن عبد الوهاب فيما ابتدعه لانهم كانوا يأمرون من اتبعهم ان يحلق راسه ولا يتركوه اذا تبعهم حتى يحلقوا راسه ولم يقع مثل ذلك قط عن احدى الفرق الضالة التي مضت قبلهم فالحديث صريح فيهم (الدرر السنية، صفحہ 49)

”یعنی حضور اکرم ﷺ کے ارشاد ”سماهم التحليق“ نص سے ثابت ہے

کہ یہ خارجی ابن عبد الوہاب کے پیروکار ہیں جو مشرق سے آئے کیونکہ یہی لوگ اپنے قبیحین کو لازماً سرمٹا نے کا حکم دیتے تھے اور جب تک ان کا کوئی پیروکار سرمٹا نہ لیتا اسے نہ چھوڑتے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے کسی بھی گمراہ فرقے نے ایسا نہ کیا تھا۔ پس ”سرمٹا نے“ کی حدیث صریحاً ان ہی پر صادق آتی ہے۔“

مندرجہ بالا تصریح عراق کے مشہور و معروف عالم، علامہ جمیل آفندی الرہادی نے بعینہ اپنی تصنیف لطیف ”الفجر الصادق“ صفحہ 23 پر تحریر فرمائی ہے اور اسی طرح علامہ سید عبد الرحمن الاحمد مفتی زبید لکھتے ہیں کہ:

”ابن عبد الوہاب نجدی کی گمراہی و بے دینی کے اثبات کے لئے دوسری دلیل دینے اور مستقل لکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ اس فرقہ (وہابیہ نجدیہ) کے باطل ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ انہوں نے سر کا منڈانا اپنا مخصوص نشان بنالیا تھا۔ بلکہ اس کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کے پاس جو عورتیں بھی بیعت کے لئے آئیں ان عورتوں کو بھی سرمٹا نے کا حکم دیتا تھا۔“ ملاحظہ ہو (خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام صفحہ 234)

نجدی وہابی سب مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کا قتل عام جائز سمجھتے ہیں مشہور محقق علامہ سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

كما وقع في زماننا في اتباع ابن عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لانهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون و استباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم و خرب بلادهم و ظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين مائتين و الف

(شامی صفحہ 262، جلد 4)

”جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب کے متبعین کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے اٹھے اور انہوں نے حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) پر غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ لوگ خود کو جنابی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو کوئی ان کے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک (کافر) ہے اسی بناء پر ان لوگوں نے مسلمانان اہل سنت اور علمائے اہل سنت کے قتل کو جائز ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت کو توڑ دیا ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور اسلامی افواج کو ان پر فتح دی۔ یہ واقعہ 1233 ہجری میں ہوا۔“

(نوٹ) افواج سلطنت خلافت عثمانیہ ترکیہ سے اس شکست کے بعد نجدیوں وہابیوں نے سامراج برطانیہ اور دیگر مسلم دشمن عیسائی حکومتوں کی مدد سے 1343 ہجری میں علاقہ نجد و حجاز پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا جو تا ہنوز باقی ہے۔

نجدیہ وہابیہ کے متعلق مزید چند گواہیاں

تفسیر الصادی علی الجلالین مطبوعہ مصر صفحہ 155۔ زیر آیت

ان الشیطان لکم عدو فاحذوہ عدوا

تحریر ہے۔

وقیل هذه الآية نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل
الکتاب والسنة ویستحلون بذالک دماء المسلمین
واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فوقہ بارض
الحجاز یقال لهم الوهابیہ یحسبون انهم علی شئ الا انهم هم
الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله
اولا تک حزب الشیطان هم الخاسرون نسأل الله الکریم ان
یقطع دابرهم

علماء نے فرمایا کہ یہ آیت ان خارجیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو قرآن وحدیث

کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال و متاع لوٹ لینے کو جائز ٹھہراتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں مشاہدہ میں آیا۔ یہ لوگ ارض حجاز میں ایک فرقہ ہیں جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ وہی حق پر ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ کی یاد سے بھلا دیا ہے یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی گھانے میں رہنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جزاکاٹ دے۔

وہابیوں کے مایہ ناز مولوی عبید اللہ سندھی کی گواہی

موصوف اپنی کتاب ”شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک“ صفحہ 28 پر لکھتے ہیں ”شیخ محمد بن عبد الوہاب ابن سلیمان ہیں شیخ موصوف سن 1115 ہجری میں نجد کی ہستی ”عینہ“ میں پیدا ہوئے اور آپ کی طرف وہابی جماعت منسوب کی جاتی ہے شیخ محمد بن عبد الوہاب نے جب دعوت و تبلیغ شروع کی تو موصوف درعیہ تشریف لے گئے اور وہاں کے امیر محمد بن سعود نے آپ کی اطاعت کر لی۔ یہ واقعہ 1159 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد وہاں تحریک کو فروغ حاصل ہوا اور نجد اور عمان تک اس کا اثر پھیل گیا۔ 1200 ہجری تک حجاز اور یمن پر بھی وہابیوں کی عملداری ہو گئی۔ امام شوکانی کے شاگرد محمد بن ناصر حازمی لکھتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب صاحب علم بزرگ تھے۔ آپ کا طبعاً دینی قیادت کی طرف رجحان تھا۔ موصوف کے رسالے مشہور خاص و عام ہیں ان میں سے بعض تو قابل قبول ہیں اور بعض ایسے ہیں جو رد کیے جاتے ہیں۔ شیخ موصوف کی دو باتیں ہیں جو پسند نہیں کی جاتیں۔ ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے چند بے اساس امور (بے بنیاد غلط باتوں) کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے چنانچہ داؤد بن سلیمان نے شیخ موصوف کے اس دعویٰ کا نہایت مناسب رد لکھا ہے۔ اور ان کی دوسری زیادتی یہ تھی کہ بلا کسی دلیل وجہت کے انہوں نے بے گناہوں کو قتل کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ شیخ موصوف یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کی یا کسی نبی، بادشاہ، عالم کو اس میں وسیلہ بنایا تو وہ مشرک ہے۔ خواہ

دل سے چاہئے یا انکار کرے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے روئے زمین کے سب مسلمانوں کو کفر کا نشانہ بنا دیا۔ چنانچہ جو مسلمان اولیاء اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ ان کو موصوف نے کافر قرار دیا۔ اور جو ان کے کفر میں شک کرے شیخ موصوف نے ان شک کرنے والوں کو بھی کافر ثابت کیا۔ ان لوگوں سے جو آپ کے مخالف تھے جہاد کرنا ضروری سمجھتے تھے اور جس طرح بھی بس چلے ان کے قتل کو رد جانتے تھے اور ان کے مال و دولت کو لوٹنے کی اجازت دیتے تھے موصوف نے اس طرح دنیا جہاں کے مسلمانوں کو زمرہ کفار میں داخل کر دیا۔ گو شیخ نے شریعت کے ایک حصہ کو جانا تو ضرور لیکن آپ نے اس میں امعان نظر سے کام نہ لیا۔ اور اصل شیخ موصوف نے کسی ایسے استاد سے علم حاصل نہ کیا تھا جو انیس صحیح ہدایت پر لگتا اور نفع مند علوم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا اور دین کے معاملات میں ان میں تفقہ اور کچھ پیدا کرتا۔ طلب علم کے سلسلہ میں موصوف نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی بعض کتابیں پڑھ لیں اور ان کی تقلید کی در آنحالیکہ یہ دونوں بزرگ تقلید کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ محرم کی آٹھویں تاریخ 1218 ہجری میں ہفتہ کے روز دن دہاڑے انہوں نے حرم محترم پر حملہ کیا تھا۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب اس سے پہلے 1202 ہجری میں انتقال کر چکے تھے۔ یہ حملہ شیخ موصوف کے صاحبزادے عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب کے عہد میں ہوا۔ (اجد العلوم صفحہ 871)

وہابیوں کے شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی گواہی

یہ صاحب اپنی تصنیف شہاب ثاقب صفحہ 42 میں لکھتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچا کہیں۔ سلف صالحین اور

اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔“

نیز لکھتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ یہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے“ صفحہ 43 پر مزید لکھا ہے۔ ”نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں“ صفحہ 45

اس کے آگے مزید لکھتا ہے: شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں صفحہ 47 نیز لکھا ہے۔

وہابیہ کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔“ صفحہ 47، ایضاً۔ ”وہابیہ کے نزدیک سفر زیارت حضور اکرم ﷺ حرام ہے“ صفحہ 46، ایضاً۔ وہابیہ سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی ﷺ کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ کرتے ہیں“ صفحہ 46، ایضاً ان کے بڑوں کا مقولہ ہے (معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد) ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ تو یہ بھی نہیں کر سکتے“ صفحہ 47، ایضاً۔ ”وہابیہ تو سل از حضرت سرور کائنات علیہ السلام کو منع کرتے ہیں“ صفحہ 57، ایضاً۔ وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی

الرسالت جانتے ہیں۔ صفحہ 62۔ ایضاً۔ وہابیہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے۔
صفحہ 62۔ اکابرین امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا (وہابیہ کا) معمول ہے وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں۔ صفحہ 65۔ وہابی جب مسجد نبوی شریف میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ والسلام پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں۔ صفحہ 66۔ وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبر و ثابیت نہیں۔ صفحہ 65 وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ والسلام و درود بر خیر الائمہ علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ کے بعض اشعار کو شرک و غیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صفحہ 66 وہابیہ سوائے احکام شرائع، جملہ علوم اسرار خفائی و غیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ صفحہ 67

وہابیہ ذکر ولادت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تیغ و برا کہتے ہیں۔ وہابیہ نے حرمین شریف پر غلبہ حاصل کرنے کے وقت ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا ہزاروں کو ایذا نہیں پہنچائیں۔ صفحہ 28۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات کے مطابق ثابت ہوا کہ خوارج، وہابیہ نجدیہ یَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ کے مصداق خارج از اسلام ہیں مسلمانوں کے قاتل ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک:

يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ

ان پر صادق اور شاہد عادل ہے۔ ان کے عقائد قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔
المختصر ان کا اسلام، حقیقی اسلام سے مختلف ہے اور پوری امت مرحومہ کو شرک و کافر قرار دینے کی وجہ سے خود شرک و کافر ہیں۔

اعاذنا اللہ من شرور الوہابیہ النجدیہ۔ آمین

ان تمام حقائق و شواہد کے باوجود مولوی علی محمد صاحب اقراری ہے کہ:

”مجھے اپنے لقب وہابیت پر فخر ہے کہ وہابی کا معنی ہے رحمان والا، کچھ اور یہ سمجھتا ہے شیطان والا“ (سیف حقانی، صفحہ 3)

ایسے ہی بد بختوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٥٠﴾ (ملک)

”اب انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوڑ خبیوں پر“۔

لفظ ”وہابی“ باعث شرم و عار ہے کسی کو بلا وجہ ”وہابی“ کہنے سے تعزیر واجب ہو جاتی ہے

علامہ عبدالحی لکھنوی ”عمدة الرعاية“ حاشیہ ”شرح وقایہ“ میں لکھتے ہیں۔ جن خراب الفاظ کے کہنے سے تعزیر واجب ہو جاتی ہے ان میں محقق ”وہابی“ بھی ہے یعنی اگر کوئی مسلمان وہابی نہیں ہے اور کوئی شخص اس کو وہابی کہتا ہے تو اس کے کہنے والے پر شرعاً تعزیر واجب ہو جائے گا کہ اس نے ایک شریف آدمی کے لئے ”تیغ“ لفظ بولا ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے:

فان نسبة الى فعل اختياري يحرم في الشرع وبعد عارافي

العرف يجب التعزير قوله الى فعل اختياري اي فعل صادر

عنه باختياره كقوله انت خائن..... وانت رافضي وانت

خارجي وانت مبتدع وانت وهابي اي منسوب الى محمد بن

عبد الوهاب النجدی صاحب الفتوى السوانغہ

(عمدة الرعاية، صفحہ 312، جلد 2)

”صاحب شرح وقایہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف کسی ایسے اختیاری فعل کی نسبت کرے جو شریعت میں حرام اور لوگوں کے نزدیک باعث شرم ہو تو ایسے فعل کی نسبت دینے والے کو تعزیر دینا واجب ہے اس کے حاشیہ پر علامہ لکھنوی لکھتے ہیں ”ایسا فعل جو اپنے اختیار سے صادر ہو۔ جیسے کہ کسی کو کہا جائے کہ تو خائن ہے یا تو رافضی ہے یا تو خارجی ہے، یا

تو بدعتی ہے، یا تو وہابی ہے۔ تو ان الفاظ کے کہنے والے کو تعزیر دینا واجب ہے اس لئے کہ ”وہابی“ ابن عبد الوہاب نجدی کے پیروں کو کہا جاتا ہے جس کے غلط فتوے مشہور ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ ”وہابیت“ پر فخر کرنا، مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ”وہابی“ کو رحمان والا کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد یہ وہابیہ کے لئے فرمایا ہے۔ دیکھا۔ مطلع قرن الشیطان ”نجد سے شیطان کا گروہ نکلے گا“ تو تمام وہابی حسب فرمان سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، شیطان والے ہیں حزب الشیطان ہیں۔ اگر کوئی ”وہابی“ کو رحمان والا کہتا ہے تو وہ صریحاً رسول اکرم ﷺ کے واضح فرمان کو جھٹلاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی علی الاعلان تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور توہین کا مرتکب قطعاً خارج از اسلام، مرتد، واجب القتل ہے۔ یہ اس لئے کہ

مدار ایمان تعظیم رسالت پر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَتَسُبُّوا إِلَهَ اللَّهِ وَتَسُبُّوا رَسُولَهُ وَتَقُولُوا مَا كُنَّا بِلِلَّهِ بِشَیْءٍ (نح: ۹)

”اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔“

معلوم ہوا کہ دین و ایمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا نام ہے۔ جو ان کی تعظیم و تکریم میں کلام کرے وہ اس کی رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے (اعاذنا اللہ منہ) نیز فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْفُوا أَسْوَاتِكُمْ فَوَقَى صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات)

”اے ایمان والو! بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر، اور اس کے حضور چلا کر نہ بولو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد

نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“

اس سے واضح ہوا کہ اگرچہ بے ادبی و توہین کی نیت و ارادہ بھی نہ ہو تو بھی صورت بے ادبی ناقابل معافی ہے۔ اگرچہ نادانستہ، اگرچہ بلا ارادہ ہی ہو۔ اس پر بھی تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں نیز فرمایا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ

رَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

”تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن (قیامت) میں

دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی (یعنی مومنوں

سے یہ ہونی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ

خدا اور اس کے رسول کے دشمن سے دوستی کریں)۔“ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے

یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔“ (المجادلہ)

اس سے اللہ و رسول کے مخالف لوگوں سے دوستی ملال پ کرنا حرام ثابت ہوا جو لوگ توہین رسالت کریں وہ خدا اور رسول خدا کے کھلے دشمن ہیں۔ ان کی حمایت کرنا یا ان سے تعاون کرنا کسی مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں۔ اور اس پر اجماع امت ہے۔ مذکورہ بالا ناقابل تردید حقائق و شواہد کی روشنی میں وہابیت کی اصلیت واضح ہونے کے باوجود مؤلف آئینہ اعتقاد علی محمد کا یہ اقرار و اعتراف کہ ”مجھے اپنے لقب وہابیت پر فخر ہے“۔ اس کی شقاوت ازلی کی دلیل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس سے اس قسم کے کفر پارے ظاہر ہو رہے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے۔ ”ان کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا“۔ اللہ نے تجھ کو راستہ سے بے خبر دیکھا پھر راستہ دکھایا۔“ رسول اللہ ﷺ کا کام دین کی تبلیغ کرنا ہے اور وہ خود کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن ہوں گے، وغیرہ وغیرہ۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ میری تقریر کی کیشیں، مؤلف آئینہ اعتقاد نے سن کر اپنی پر

تر ویر تحریر اور کفریہ عبارتوں پر نظر ثانی کر کے رجوع کرنے کے بجائے ناراض ہو کر میری تقریر کے رد میں چھتیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ ”مطرقہ حقانی“ لکھ مارا۔ اور احباب اہل سنت لاڑکانہ نے اس کا ایک نسخہ برائے ملاحظہ اور مناسب جواب دینے کی غرض سے میرے پاس بھیج دیا۔ یہ کتابچہ کیا ہے مجموعہ مغالطات ہے۔ جس سے مؤلف کا علم و فہم اور تہذیب و شرافت آشکار ہے۔ اس کا جواب اس کے انداز پر غیر شریفانہ زبان میں تحریر کرنا شرفاء کے مسلک میں انتہائی معیوب حرکت ہے لہذا فقیر اس کی غیر اخلاقی خرافات و بدزبانی کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف عالمانہ انداز میں اس کے اعتراضات کے جوابات تحریر کر رہا ہے۔ نیز فقیر اس کی علمی خیانتوں کی نشان دہی بھی کرے گا تاکہ اس کی علمی قابلیت و بصیرت اور اس کی دیانت و صداقت کی اصل حقیقت بھی واضح ہو جائے۔

قارئین سے ضروری گزارش کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کتاب میں مندرج کسی امر یا حوالہ کی وضاحت یا ثبوت کی ضرورت محسوس ہو تو جوابی لفاظی بھیج کر ہم سے تسلی بخش معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

مبلغ پانچ ہزار نقد انعام کا اعلان

جو شخص اس کتاب میں مندرجہ کسی عبارت یا حوالہ کو غلط ثابت کر دے اس کو مبلغ پانچ ہزار (5000) روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فقیر عبد الرحیم سکندری

مہتمم مدرسہ صبحۃ الہدیٰ، خطیب جامع مسجد غوثیہ
شاہ پور چاکر، ضلع ساگھڑ، (سندھ)

الفتح المبین فی رد اعتراض المعترضین

ذیل میں مولوی علی محمد صاحب کی کتاب ”مطرقہ حقانی“ میں کیے گئے اعتراضات کے مکمل جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

لاڑکانہ کی مسجد سادات میں فقیر راقم الحروف نے اپنی تقریر میں میلاد النبی ﷺ کے دن کو بطور عید منانے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک یہودی نے عرض کی کہ آپ کے قرآن میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول والے دن کو عید کر کے منایا کرتے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا وہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ہے اور سن لے کہ یہ آیت مبارکہ جس دن جس مقام میں نازل ہوئی، مجھے معلوم ہے اس دن ہم مسلمانوں کی دو عیدیں تھیں ایک یہ کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور اس دن کو رسول اللہ ﷺ نے ہفتہ کے دنوں میں عید کا دن فرمایا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ یوم العرفہ 9 ذی الحج کا دن تھا کہ وہ بھی ایک لحاظ سے عید کا دن ہے، فاروق اعظم کے ارشاد سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) جس دن یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اس دن ہم مسلمانوں کی دو عیدیں تھیں۔

(۲) جمعہ اور 9 ذی الحج کو فاروق اعظم نے، مسلمانوں کے لئے دونوں دنوں کو عید فرمایا ہے اگر جمعہ اور 9 ذی الحج کے دونوں دن عید ہو سکتے ہیں کہ ان میں صرف ایک آیت نازل ہوئی تھی تو کیا۔ جس دن سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی، جن کے صدقے میں تیس پارے قرآن مجید کے نازل ہوئے، اور جن کے ذریعہ سے اہل دنیا کو اسلام کی نعمت عظیم ملی کیا اس مبارک دن کو ”عید“ نہیں کہا جاسکتا؟۔

بے شک مسلمانوں کے لئے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے

بڑی نعمت ہے اور وہ دن سب عیدوں سے زیادہ خوشی کا دن ہے۔ جس دن حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (آل عمران: 164)

اللہ نے مسلمانوں پر بڑی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیجا اور میاں دینی ﷺ کا دن مسلمانوں کے لئے اللہ کے احسان فرمانے کی وجہ سے تمام دنوں سے افضل و خیرا۔ تو ان روزے حکم قرآن مجید اس مبارک دن میں خوشی منانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ لَبِذَٰلِكُمْ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۵۹﴾

”تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر چاہیے کہ اس پر خوشی کریں وہ ان کے سب دین دولت جمع کرنے سے بہتر ہے۔“ (یونس)

سرکارِ دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل بھی ہیں اور رحمت بھی لہذا میلاد النبی ﷺ کے دن خوشی منانا رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور ان روزے نعمت خوشی منانے کے دن ہی کو عید کہا جاتا ہے ”غیاث اللغات“ میں ہے۔

عید، بالکسر روزِ جشن مسلمانوں و این جشن را از ازاں عید گویند کہ عید بمعنی آں چیز کہ در اں نمود کند فرج و شادی

”عید مسلمانوں کے جشن کا دن اور اس جشن کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ عید اس چیز کے معنی میں ہے کہ اس میں فرحت اور خوشی لوٹ کر آتی ہے۔“

ہم مسلمانان اہل سنت و جماعت اس لئے یوم ولادت حضور ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کہتے ہیں کہ اس مبارک دن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت و رحمت عطا ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں خوشیاں مناتے ہیں۔ اگرچہ جمعہ کا دن اور 9 ذوالحجہ کا دن مشہور معنی عید میں مستعمل نہیں تاہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں دنوں کو عید قرار دیا ہے۔ اس معنی میں دونوں دن بھی خوشی و مسرت کے دن ہیں۔ اس لئے واضح ہوا کہ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ خوشی کے دوسرے دنوں کو بھی ان روزے اسلام عید کا دن کہہ سکتے ہیں۔

اس بات پر رہم ہو کر مولوی علی محمد صاحب نے چار سوالات و اعتراض کیے ہیں:

(۱) جمعہ اور یوم عرفات کو مشہور معنی میں عید نہیں کہا گیا۔

(۲) محفل میلاد، خلفاء راشدین نے کیوں منعقد نہ کی؟

(۳) مطلق ذکر ولادت باسعادت مستحب ہے لیکن محفل بدعت ہے کہ ان دنوں میں فرق ہے۔

(۴) محفل میلاد کے لئے کوئی حکم وارد نہیں ہوا لہذا اس کا انعقاد دین میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے حرام ہے۔

ذیل میں ہم ان اعتراضات کے جواب مفصلاً تحریر کرتے ہیں۔ غور کے ساتھ ملاحظہ کریں۔

اعتراض نمبر ۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمعہ اور یوم عرفات کو بمعنی مشہور ”عید“ نہیں کہا تھا مگر اس لئے کہ یہ دونوں دن سعید ہیں۔ (مطرقہ، صفحہ 7)

جواب: ہم بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کو یوم سعید جان کر بطور عید مناتے ہیں اس دن کو بمعنی مشہور عید نہیں کہتے۔ مخالفین کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر وہ کسی مستند، معتبر اور محقق علماء اہل سنت کی کسی کتاب سے یہ ثابت کر دیں جس میں یہ تحریر کیا گیا ہو کہ ہم یوم ولادت حضور ﷺ کو بمعنی مشہور عید کہتے اور مناتے ہیں تو ہم ان کو انعام دیں گے۔ حقیقت یہی ہے کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت یوم ولادت حضور اکرم ﷺ کو یوم سعید جان کر بطور عید خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ یوم سعید باعث تخلیق کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کا دن ہے اور ان کا ظہور و تشریف فرمائی دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں، سعادتوں اور برکتوں سے زیادہ برتر و افضل ہے۔

مولوی علی محمد صاحب جواب دیں!

میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا کہنا یہ ہے کہ جمعہ اور یوم عرفات کو سعید دن ہونے کی وجہ سے ”عید“ کہا جاسکتا ہے، تو کیا تمہیں یوم ولادت محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سعید ہونے میں کوئی شک ہے؟ آیا تم یوم ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (معاذ اللہ) اپنے لئے زحمت اور نامبارک اور نامسعود جانتے ہو کہ عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر چڑتے اور واویلا کرنے لگتے ہو۔

ثارتیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول

سوائے اہلس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منارہے ہیں۔
مزید لکھتا ہے:

”حضرت عبداللہ بن عمر نے یہ الزامی جواب دے کر اسے چپ کر دیا اور نہ عید کے دو دن ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ، دوسرا عید الفطر“ (مطرقہ، صفحہ 7)

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حقیقت سے روگردانی کرتے ہوئے جھوٹ بولا۔ الزامی جواب دے کر یہودی سے جان چھڑائی کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ حقیقت کے خلاف جمعہ اور عرفات کے دن کو بھی عید کہہ دیا۔ افسوس کہ آسمان ہدایت کے ستارے، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں غلط بیانی کی جا رہی ہے۔

ترمذی کی روایت اور اس کی تحقیق

عن طارق بن شہاب قال قال رجل من اليهود لعمر بن الخطاب يا امير المؤمنين لو علينا انزلت هذه الآية اليوم اكملت لكم دينكم الخ لا تخذنا ذلك اليوم عيداً فقال عمراني لا علم اي يوم نزلت هذه الآية، انزلت يوم عرفة في يوم الجمعة

”طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی شخص نے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ اے امیر المؤمنین ایہ آیت الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کر کے مناتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں زیادہ جانتا ہوں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی۔ یہ تو یوم عرفہ میں جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ (کہ یہ دونوں دن بھی ہم مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں)

(ترمذی، صفحہ 129، جلد ثانی)

اس کی شرح میں علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان قيل كيف طابق الجواب السؤال لانه قال لا تخذناه عيداً واجاب عمر رضي الله عنه بمعرفة الوقت والمكان ولم يقل جعلناه عيداً، والجواب ان هذه الرواية اكتفى فيها بالاشارة والا فرواية اسحاق قد نصت على المراد ولفظه نزلت يوم الجمعة يوم عرفة وكلاهما بحمد الله لنا عيد لفظ الطبري والطبراني وهما لنا عيدان وكذا عبد الترمذي من حديث ابن عباس ان يهوديا سأل عن ذلك فقال: نزلت في يوم عیدین يوم جمعة و يوم عرفة فظهر ان الجواب تضمن انهم اتخذوا ذالك اليوم عيداً وهو يوم الجمعة واتخذوا يوم عرفة لانه ليلة العید (تحفة الاحوزی بشرح جامع الترمذی، صفحہ 408، جلد 8)

اگر کوئی معترض کہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کی، سوال سے مطابق کیونکر ہے؟ کیونکہ سائل یہودی کا کہنا ہے کہ اس دن کو ہم عید کر کے مناتے (تم مسلمان اس دن کو عید کر کے کیوں نہیں مناتے؟) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں صرف اس آیت کے نازل ہونے کی جگہ اور وقت معلوم ہونا بتایا اور یہ نہ فرمایا کہ ہم اس دن کو بطور عید مناتے ہیں۔ اس اعتراض کا

جواب یہ ہے کہ ترمذی کی روایت میں تو یہ بات اشارۃً کہہ دی گئی ہے کہ (اے یہودی تیرے کہنے سے پہلے ہی یہ دن عید کا دن ہے) ورنہ اسحاق بن قبیصہ (محدث) کی روایت نے یہ بات وضاحت سے کہہ دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی سے فرمایا کہ یہ آیت جمعہ کے دن، یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی جو بھگدائے دو دنوں کا ہمارے لئے عید کے دن ہیں۔ طبری اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں وہاں عید ان اور یہ دونوں دن ہم مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ یہودی نے ان سے مندرجہ بالا سوال کیا۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا تھا کہ نزلت فی یوم عیدین۔ یہ آیت دو عیدوں والے دن میں نازل ہوئی تھی۔ ایک تو جمعہ کا دن تھا۔ دوسرا عرفہ (نویں ذوالحجہ) کا۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں یہ بات شامل ہے کہ ہم مسلمان اس دن (جمعہ کے دن) کو عید کر کے مناتے ہیں اور یوم عرفہ کو بھی مسلمان (عید کر کے) مناتے ہیں کہ اس کے بعد آنے والی رات عید کی رات ہے۔

اس کی تائید مشکوٰۃ شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

عن ابن عباس انہ قرأ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الْآيَةَ وَعِنْدَهُ يَهُودِي فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَيْنَا لَا تَخْلُصُهَا عِيدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَانْهَارَتْ نَزَلَتْ فِي يَوْمٍ عِيدَيْنِ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ وَيَوْمٍ عَرَفَةَ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 113)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آیت الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ پر بھی اس وقت ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو اس کے نزول کے دن کو عید کر کے مناتے۔ تو ابن

عباس نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی تھی۔ ایک تو جمعہ کا دن تھا دوسرا عرفہ کا۔“

یہ روایت (ترمذی صفحہ 130، جلد 2) میں موجود ہے امام ترمذی کی پہلی روایت اور اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جمعہ اور یوم عرفہ، دونوں عید کے دن ہیں۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا روایت کو امام بخاری نے الفاظ کے کچھ فرق سے صحیح بخاری میں چار مقامات پر روایت کیا ہے۔

(۱) باب زیادة الایمان ونقصان، صفحہ 11، جلد اول۔

(۲) کتاب المغازی باب جمعة الوداع صفحہ 632، جلد 2۔

(۳) تفسیر سورہ مائدہ میں صفحہ 662، جلد 2

(۴) باب الاعتصام بالکتاب والسنة، صفحہ 1079، جلد 2۔

اس روایت کی تشریح میں شارح بخاری امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابن حجر و عندی ان هذا الرواية اكتفى فيها بالاشارة والا فرواية اسحق بن قبيصة قد نصت على المراد ولفظة يوم الجمعة و يوم عرفة كلاهما بحمد الله لنا عيد وللطبراني وهما لنا عيداً فظهر ان الجواب تضمن انهم اتخذوا ذالك اليوم عيداً وهو يوم الجمعة واتخذوا يوم عرفة عيداً لانه ليلة العيد. انتهى وقال النووي فقد اجتمع في ذالك اليرم فضيلتان وشرفان و معلوم تعظيمنا لكل منها فاذا اجتمعازاد التعظيم فقد اتخذنا ذالك اليوم عيداً و عظيمنا مكانة (ارشاد الساری، صفحہ 132، جلد اول)

حافظ ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت ہے کہ اسی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارۃً جواب دینے پر اکتفا کی ہے ورنہ اسحاق بن قیسہ اپنی روایت میں اس مراد (جواب) پر حضرت عمر کی نص لائے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن یہ دونوں بحمد اللہ ہمارے لئے عید کے دن ہیں اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ اس جواب میں یہ بات شامل ہے کہ مسلمان ان دنوں کو بطور عید مناتے ہیں اور وہ جمعہ کا دن ہے اور عرفہ کے دن کو بھی عید کی رات ہونے کی وجہ سے بطور عید مناتے ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مکمل ہوا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن میں دو فضیلتیں اور دو شرف جمع ہو گئے اور یہ سب جابٹے ہیں کہ ہم ان دنوں دنوں کی علیحدہ علیحدہ بھی تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ دونوں (جمعہ اور یوم عرفہ) دن اکٹھے آ جاتے ہیں تو تعظیم بڑھ جاتی ہے پس بے شک ہم مسلمانوں نے اس دن کو عید بنالیا اور اس کے مکان کی تعظیم کرنے لگے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو عید شمار کرتے ہیں اور محدثین عظام و شارحین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی اسی بنا پر متفق ہیں کہ جمعہ کا دن اور یوم عرفہ مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں۔

لیکن مولوی علی محمد صاحب میں نہ مانوں، میں نہ مانوں کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ عید کے دو دن ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ دوسرا عید الفطر۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے (مطرقہ، صفحہ 7) اور اس کی تائید میں ”نسائی شریف“ کی یہ حدیث نقل کرتا ہے۔ ”نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے لئے زمانہ جاہلیت میں عید کے دو دن ہوا کرتے تھے جس میں تم کھیلتے اور خوشیاں مناتے تھے ایک ”نیروز“ کا دن اور دوسرا ”مہر جان“ کا اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں سے بہتر دوسرے دو دن عید کر کے دیئے ہیں۔ (مطرقہ صفحہ 7)

مولوی علی محمد صاحب! اگر آپ اس روایت حدیث کے تحت یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو عید کے دن تسلیم نہیں کر رہے ہو تو ذرا ہمت کر کے جواب دو۔

کیا امیر المومنین عمر فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس اور اکابر محدثین اور شارحین احادیث علیہم الرضوان آپ کی پیش کردہ حدیث نسائی شریف کے منکر و مخالف تھے کہ ان نفوس قدسیہ نے جمعہ کے دن اور یوم عرفہ کو عید کے دن قرار دے دیا؟

نیز یہ بھی بتائیں۔ کہ جب خود سرکار دو عالم ﷺ جمعہ کے دن کو ”عید“ قرار دیتے ہیں تو تم جمعہ کے دن کو ”عید“ کیوں نہیں مانتے؟ کیا آپ خود کو رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ دین و شریعت کا عالم سمجھتے ہیں؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في جمعة من الجمع يا معشر المسلمين ان هذا يوم جعله الله عيداً

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ 123)

”رسول اللہ ﷺ نے ایک جمعہ میں فرمایا: اے مسلمانو! بے شک یہ وہ دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ”عید“ بنایا ہے۔“

اس حدیث کے ترجمہ میں حضرت شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رقم فرماتے ہیں۔ ”اے گروہ مسلمانان! اس روزے سے گزرا نیدہ است اور خدا تعالیٰ روزِ جشن و اجتماع دسور (اشعۃ اللمعات جلد اول، صفحہ 625)

”اے مسلمانوں کی جماعت! یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (عید یعنی) جشن و اجتماع اور سرور کا دن بنایا ہے۔“

لیکن صدافسوس کہ مولوی علی محمد صاحب شاید خود کو مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں جانتا لہذا وہ نہ اللہ تعالیٰ کا، نہ اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کا فرمان تسلیم کرتا ہے۔ اور نہ ہی اجماع امت کو مانتا ہے۔ تو پھر وہ ان مندرجہ بالا سوالات کا جواب ہی کیا دے سکتا ہے؟ لہذا اس کے علم و فہم اور دین و ایمان پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھ دینا ہی کافی ہے۔

خیانت وجلسازی

مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر حدیث کا ترجمہ اور مفہوم بگاڑ کر لکھا ہے کہ ”اگر نہیں تو عید کے دو دن ہیں، ایک عید الاضحیٰ دوسرا عید الفطر، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے“

(مطرقہ، صفحہ 7)

یہ اس کی صریح خیانت اور جلسازی ہے۔ یہ جو کچھ اس نے لکھا ہے مذکورہ حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا۔ اس کے لکھے ہوئے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں اور نہ ہی حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ ہیں۔ فقیر اس کی خیانت وجلسازی ثابت کرنے کے لئے اصل نسائی شریف کی حدیث اور اس کا صحیح مطلب درج ذیل کر رہا ہے تاکہ حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہو۔

نسائی شریف کی حدیث کا مطلب اصل روایت حسب ذیل ہے۔

عن انس بن مالک قال كان لاهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحى

(نسائی شریف، صفحہ 231، جلد اول، الیوداؤد شریف، صفحہ 161، مشکوٰۃ شریف صفحہ 126)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت کے لئے ہر سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیلا کودا کرتے تھے۔ پس جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو فرمایا: تمہارے لئے دو دن تھے جن میں تم کھیل کود کیا کرتے تھے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کے عوض تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن بدل دیئے ہیں، یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔“

اس کی شرح میں امام الکبیر علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله (قد ابدلكم الله بهما خيرا) نهى عن اللعب والسور
فيهما اي في النيروز والمهرجان وفيه نهاية من اللطف وامر
بالعبادة لان السور الحقيقى فيها، قال الله تعالى قل بفضل
الله و برحمته فبذلك فليفرحوا.

(شرح الطیبی علی مشکوٰۃ الصالح صفحہ 242، جلد 2)

”حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ (قد ابدلكم الله بهما خيرا) اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے عوض تم کو دو بہتر دن دیئے ہیں۔“

اس ارشاد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل مدینہ کو نیروز اور مہرجان دنوں میں کھیل کود اور خوشیاں منانے سے منع فرمایا انتہائی لطف کے ساتھ ان کو عبادت کا حکم فرمایا اس لئے کہ حقیقی سرور عبادت ہی میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے محبوب تم فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ملنے پر خوشی اور سرور کا اظہار کرو۔ یہی تشریح علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 3، صفحہ 293 میں تحریر فرمائی ہے۔ اس روایت حدیث کی شرح میں شارحین حدیث یہی فرماتے ہیں کہ ”حدیث میں صرف اتنا ہی بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ والوں نے کھیل کود اور خوشی منانے کے لئے دو دن نیروز اور مہرجان مقرر کر رکھے تھے ظہور اسلام کے بعد ان کو ان دنوں دن میں کھیل کود اور خوشی منانے سے منع کر دیا گیا کہ یہ دن کفار کے مقرر کیے ہوئے تھے ان کے بدلے میں مسلمانوں کو عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن عبادت کرنے اور خوشی منانے کا حکم دیا گیا، اس لئے کہ اصل خوشی و سرور عبادت میں ہی ہے مگر اس حدیث مبارکہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے سوائے کسی دوسرے شہرک و مبارک دن کو عید کہنے یا اس دن میں خوشی منانے سے منع فرمایا ہے۔“

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اعتراض نمبر 2: خلفائے راشدین نے یوم میلاد بطور عید کیوں نہ منایا؟ مولوی صاحب برعم خود، بڑا بھاری سوال پوچھتے ہوئے بڑی شوخی کے ساتھ لکھتا ہے ”میں پوچھتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت عمر کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت عثمان کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت حسن کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت حسین کو زیادہ تھی یا تجھے؟ تو پھر بتا۔ جب کہ انہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے تجھ سے بھی زیادہ محبت تھی تو ان حضرات نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اور بعد میلاد کیوں نہ منایا؟ (مطرقہ، صفحہ 7)

اس اعتراض کے دو جواب دیئے جاتے ہیں۔

پہلا جواب: یہ اعتراض انتہائی گمراہ کن ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید، حدیث شریف یا فقہ کی کون سی معتبر کتاب میں ہے کہ جو اسریا جو کام خلفاء راشدین یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں نہ ہو یا نہ کیا گیا ہو وہ ناجائز و حرام ہے؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

واضح رہے کہ۔ از روئے شرع مطہرہ کسی عمل کے جائز یا ناجائز ہونے کا دار و مدار اس کے حسن و قبح پر ہے۔ مردہ نیا کام، جس کی اصل و خوبی قرآن و حدیث سے صراحت یا اشارۃً ثابت ہو، اور اس کی ممانعت نہ ہو وہ جائز و مستحسن ہے۔ خواہ وہ نیا کام کسی بھی دور یا زمانہ میں ایجاد ہوا ہو۔ سہ حسنہ اور باعث اجر و ثواب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بہا من بعده من غیر أن ینقص من اجورهم شی ومن سن فی الاسلام سنة سئیة کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من بعده من غیر أن ینقص من اوزارہم شیء رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول)

”جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کار بند ہوں، ان کا ثواب کم ہوئے بغیر، اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے، اس پر اپنی بد عملی کا گناہ ہے اور ان کے بد عملیوں کا بھی جو اس کے بعد ان پر کار بند ہوں، اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔“

اس قاعدہ کے تحت مسلمانان اہل سنت رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خوشی میں یوم میلاد کو بطور عید مناتے ہیں کہ اس کی اصل و خوبی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس کی ممانعت نہیں۔ اور یہ عمل قرآن و حدیث کے ارشادات و عمل صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین عظام سے ثابت ہے لہذا یہ عمل سنت حسنہ اور باعث اجر و ثواب ہے اور یہ اعتراض کہ صحابہ کرام نے میلاد کیوں نہ منایا۔ انتہائی گمراہ کن اور معترض کی بے علمی کی دلیل ہے۔

میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانے کے عمل کو ہم آیات قرآن مجید، روایات حدیث شریف عمل صحابہ و تابعین، تبع تابعین سے اور ائمہ مفسرین و شارحین حدیث و اکابر علماء امت کے ارشادات سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل دوسرے جواب میں ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر 2: میلاد شریف قرآن و احادیث، عمل صحابہ کرام اور علماء و محدثین سے ثابت ہے۔

مکرمین و ہابیہ یا تو میلاد شریف کی حقیقت اور اس کے حکم سے جاہل ہیں یا نجدیت و ہایت کے مہلک و ایمان سوز مرض نے ان کے قلوب کو نور ایمان سے بے بہرہ اور مکمل طور پر تاریک کر دیا ہوا ہے۔ ذکر میلاد شریف میں درحقیقت لطم و نثر میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت مقدسہ کا بیان ہوتا ہے۔ دورانِ حمل اور وقت ولادت جو معجزات ظہور پذیر ہوئے، بیان کیے جاتے ہیں، زمانہ شیر خوارگی، عہد طفولیت اور حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آپ کی پرورش کے حالات کا تذکرہ ہوتا ہے، حلیہ مبارک اخلاق و عادات اور آپ کے فضائل و محاسن، آپ کے خصائص اور معجزات بیان ہوتے ہیں۔ سیرت طیبہ پر تقریریں ہوتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری

کی خوشی منائی جاتی ہے اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جلسہ گاہ کو سجایا جاتا ہے علمائے کرام کے لئے اسٹج بنایا جاتا ہے۔ آپ کے ذکر ولادت کی تعظیم میں قیام کر کے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے کھانا کھلایا جاتا ہے شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، فاتحہ ہوتی ہے حاضرین مجلس اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر و عافیت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث میں ان امور کی کہیں ممانعت نہیں بلکہ از روئے قرآن و حدیث یہ تمام امور کار خیر میں داخل اور مستحب ہیں اور رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہیں۔ اس لئے اہل ایمان و اہل محبت مولود شریف کی محفلیں مستحب جان کر منعقد کرتے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت محفل میلاد کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے نہ ہی قیام کے وقت یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہو رہی ہے یہ محض وہابیہ کی اختراع اور ان کے گندے ذہن کی پیداوار اور پلید زبانوں کی بکواس ہے کہ دیوبندی وہابیوں کے بڑے مولوی ظلیل احمد ایٹھوی نے مسلمانوں پر بے بنیاد الزام گھڑ کر کتاب براہین قاطعہ میں محفل میلاد النبی پر ”ساگ کنبہا کی“ گستاخانہ پھبتی کسی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا ذکر مختلف پیرایوں میں فرماتا ہے اور حضور کے فضائل بیان فرماتا ہے:

(۱) لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (توبہ: 128)

”بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔“

(۲) لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ)

”بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب۔“

(۳) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔“ (آل عمران: 164)

(۴) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ لِيُخْبِرَكُمْ بِالْحَقِّ (فتح: 28)

”اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔“

(۵) إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ تَتْلُو آيَاتِنَا بِاللَّحْظِ وَرَسُولِي

وَقَدْ رُشِدًا ۚ وَتُؤْتُونَ دِينَكَ وَتُحِبُّونَهُ ۖ وَتُحِبُّونَهُ ۖ وَتُحِبُّونَهُ ۖ (فتح)

”بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سنانا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔“

(۶) إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (بقرہ: 119)

”بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔“

(۷) يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا

مُبِينًا (نساء)

”اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے

تمہاری طرف روشن نور اتارا۔“

(۸) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء)

”اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر۔“

ان آیات مبارکہ اور قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے میلاد شریف کا بیان ہے۔

قرآن مجید سے میلاد النبی کی خوشی منانے کا ثبوت

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (بقرہ: 231)

”تم پر اللہ نے جو نعمت فرمائی ہے اس کا چرچا کرتے رہو۔“

(۲) کفار مکہ کی مذمت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا (ابراہیم: 28)

”کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت، ناشکری سے بدل ڈالی۔“

اس کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ (بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 566)

یعنی حضرت محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں تو محفل میلاد النبی میں اس سب سے بڑی نعمت کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۳) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ)

”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“

قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۴) قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قُتِلْتُ لَوْلَا أَنَّكَ قُلَيْتُمْ خَوَاتِمَ (یونس: 58)

”تم فرماؤ (اے لوگو) تم کو چاہیے کہ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر خوشی کرو۔“

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۵) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَفَتَبَعْتُمْ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا

”اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ

جاتے۔“ (نساء)

اس کی تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

وفی الحقیقة کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل اللہ

ورحمته بدل علیہ قوله تعالیٰ هو الذی بعث فی الامیین

رسولاً منهم یتلوا الی قوله ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

قوله تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین فلولا وجود

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعثتہ لبقوا فی تبه الضلالة تانہین

کما قال نعالیٰ وبزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمة وان

کانوا من قبل لفی ضلال مبین یعنی قبل بعثتہ وکانوا قد انبعوا

الشیطان الی شفا حفرة من النار وکان علیہ السلام فضلاً

ورحمة علیہم فانفلد ہم منها کما قال اللہ نعالیٰ وکنتم علی

شفا حفرة من النار فانفلدکم منها (روح البیان، صفحہ 247، جلد 2)

”در حقیقت نبی کریم ﷺ ہی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں اس پر فرمان الہی

دلالت کرتا ہے کہ فرمایا ہو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم الی قوله

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہی فضل ہے اللہ کا جسے چاہتا ہے عطا کرتا

ہے و نیز یہ فرمان الہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما ارسلناک الا رحمة

للعالمین اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ پس اگر

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود نہ ہوتا اور آپ کی بعثت نہ ہوتی تو لوگ گمراہی

کے میدان میں بھٹکتے پھرتے جیسے کہ فرمایا ہمارا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے اور

انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یقیناً آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ

کھلی گمراہی میں تھے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ شیطان کی بیروی میں جہنم کے

کنارے تک پہنچ چکے تھے کہ حضور ﷺ ان پر اللہ کا فضل اور رحمت بن کر تشریف

لائے اور انہیں جہنم میں گرنے سے بچا لیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ جہنم

کے کنارے پر تھے پس تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔“

قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ ہی ہیئتہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں تو آپ کی ولادت مبارکہ اور آپ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانا بھی قرآن کے حکم قل بفضل اللہ و برحمته فیذالک فلیفرحوا سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشیاں منانا چاہیے لہذا مسلمانان اہل سنت اس فرمان الہی پر عمل کرتے ہوئے آپ کی ولادت مبارکہ اور تشریف آوری پر سرت کا اظہار کرتے، میلاد کی محفلیں منعقد کرتے خوشیاں مناتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ اذا ثبت المشیء ثبت بلو از مہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازمات بھی ثابت ہوتے ہیں پس اس قاعدہ کے تحت محفل میلاد میں فرش بچھانا، اسبج تیار کرنا، روشنی کرنا، قیام و صلوٰۃ و سلام، طعام کھانا شیرینی تقسیم کرنا وغیرہم لوازمات کا بھی اثبات ہو گیا۔

بجہدہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید میں جگہ بجگہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر موجود ہے جس سے میلاد شریف کا قرآن مجید سے اثبات ہوتا ہے۔ اسی طرح

صحابہ و تابعین کے عمل سے محفل میلاد کا ثبوت

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی مجلسوں اور محفلوں میں حضور ﷺ کا ذکر، بکثرت کرتے رہتے تھے ہمیشہ آپ کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے وقت ظہور پذیر ہونے والے معجزات و عجائب کا بیان کرتے آپ کے حلیہ مبارک کے تذکرے ہوتے آپ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ معلوم کرنے اور سننے کے لئے ایک دوسرے کے پاس چل کر جاتے اور فرمائش کرتے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کی نعمت سناؤ:

(۱) عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال سألت خالتي هند بن ابی ہالہ وکان وصافاً عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتہی ان یصف الی شینا اتعلق بہ فقال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخمًا مفخمًا یتلأؤ و جہۃ
تألأؤ القمر لیلة البدر (شہکل ترمذی، صفحہ 2)

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ہالہ سے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیہ مبارک سے زیادہ واقف (اور بہت وصف بیان کرنے والے تھے) سوال کیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اوصاف مجھ سے بیان کریں تاکہ میں انہیں یاد رکھ سکوں (اور ان سے دل لگاؤں) تو انہوں نے (ہند بن ہالہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ذی شان معزز تھے۔ آپ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

(۲) حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسحاق (تابعی) نے ایک صحابیہ خاتون سے فرمائش کی۔ ”بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ ﷺ! اس صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

کالقمر لیلة البدر لم اقبلہ ولا بعده مثله صلی اللہ علیہ وسلم (دلائل النبوة، صفحہ 199، جلد 1)

”حضور ﷺ چودھویں چاندنی رات کے کامل چاند کی طرح تھے میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل کوئی نہ دیکھا۔“

(۳) امام بیہقی اور دوسرے محدثین روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسماۃ رزج صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمائش کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا وصف سناؤ۔ وہ بولی:

لو رأیتہ لقلت الشمس طالعة (دلائل النبوة، جلد 1، صفحہ 200)
”تو اگر حضور کو دیکھتا تو کہتا کہ سورج نکل آیا ہے۔“

(۴) صحیح بخاری میں حضرت عطاء ابن یسار سے روایت ہے فرماتے ہیں:

لقيت عبدالله ابن عمرو بن العاص قلت اخبرني عن صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم في توراة قال اجل والله انه لموصوف في التوراة ببعض صفته في القرآن يا ايها النبي انا ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً وحرزاً للاميين انت عبدى ورسولى سميتك المتوكل ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب في الاسواق ولا بدفع بالسينة السينة ولا كن يعفو ويغفر ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله ويفتح بها اعيناً عمياً واذا أنا صمّاً وقلوباً غلفاً رواه البخارى

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ 512)

”میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کی میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کے وہ صفات سناؤ جو تورات میں مذکور ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم حضور ﷺ تو ریت میں بعض ان صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں موجود ہیں وہاں ارشاد ہے: اے نبی ہم نے تم کو گواہ (حافظ و ناظر) بشارت دینے والا، بے پڑھوں کا حفاظت کرنے والا (پناہ) بنا کر بھیجا تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا متوکل نام رکھا نہ سخت دل، نہ سخت زبان نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہو، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، بلکہ معافی و بخشش کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں وفات نہ دے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعہ یزید ھے دین کو سیدھا کر دے گا۔ اس طرح کہ لوگ کہیں گے لا الہ الا اللہ اور اس سے اندھی آنکھیں بہرے کان اور ڈھکے دل کھول دے گا۔“

(۵) عن عثمان بن ابی العاص قال حدثنی امی انها شهدت ولادت آمنۃ بنت وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة ولدته قالت فما شئ انظر الیہ فی البیت الانور وانی لانظر الی

النجوم تدنو حتی انی لا قول لیقعن علی

(دلائل النبوة، صفحہ 111، جلد 1)

”حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس شب رسول اللہ ﷺ کی ولادت مقدسہ ہوئی میں حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی۔ فرماتی ہیں کہ گھر میں جس چیز کو دیکھتی تو رتی نور دکھائی دیتا اور میں نے ستاروں کی جانب دیکھا تو وہ میرے قریب ہوتے اور جھکے محسوس ہوتے حتیٰ کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ واضح رہے کہ یہ روشن ستارے نور کی فرشتوں کے روشن چہرے تھے جو حجرۂ اقدس کو زمین سے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے۔“

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

(۶) قالت لما فصل منی خرج معہ نور اضاء به ما بین المشرق

والمغرب رأیت قصور الشام والبصری فیہ

(خصائص کبریٰ، صفحہ 46، جلد 1، مواہب اللدنیہ، صفحہ 128، جلد 1)

”حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک عظیم نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی میں نے اس نور کی روشنی میں ملک شام اور بصری کے محلات کو دیکھا۔“

حضور نے صحابہ کرام کے جلسہ میں منبر پر کھڑے ہو کر

اپنے فضائل اور اپنا میلاد بیان فرمایا

(۱) عن ابن عباس قال جلس ناس من اصحاب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ينتظر ونہ قال فخرج حتی اذا دنا منهم

سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم فقال بعضهم عجبنا ان اللہ

اتخذ من خلقه خلیلاً اتخذ ابراهیم خلیلاً وقال اخر ماذا باعجب من كلام موسى كلمه تكليما وقال اخر فعيسى كلمه الله وروحه وقال اخر آدم اصطفاه الله فخرج عليهم فسلم وقال سمعت كلامكم وعجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذا لك وموسى نجى الله وهو كذا لك وعيسى روحه و كلمته وهو كذا لك وادم اصطفاه الله وهو كذا لك انا حبيب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر وانا اول شافع و اول مشفع يوم القيمة ولا فخر وانا اول من يتحرك خلق الجنة فيفتح الله لي فيدخلنيها ومعى فقراء المؤمنين ولا فخر وانا اكرم الاولين والاخرين ولا فخر

(ترمذی، صفحہ 202، جلد 2)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے چند صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ تشریف لائے جب قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا ان میں سے بعض نے کہا تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں، ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جن لیا۔ اس دوران حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا عجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں بلاشبہ وہ ایسے ہی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اللہ ہے۔ بے شک وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے

جن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھنکھانے والا (جنت کا دروازہ کھلوانے والا) بھی میں ہوں تب اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا میرے ساتھ فقرا مسلمان ہوں گے فخر یہ نہیں کہتا میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ کرم ہوں کوئی فخر نہیں۔“

(۲) عن العباس رضی اللہ عنہ انه جاء الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شینا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم۔ الحدیث رواہ ترمذی

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ 505)

”حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب و نسب میں کافروں کا شاید طعن سنا، وہ حضور ﷺ کی خدمت بابرکت میں غصہ کی حالت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمبر پر قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا ”میں کون ہوں؟“ حاضرین نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ساری مخلوق کے اچھوں میں سے بنایا۔“

(۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقروناً حتی کنت من القرن الذی کنت منه رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ 511)

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اولاد آدم میں، بہترین گروہ میں بھیجا گیا کہ یکے بعد دیگرے بہترین گروہ بھیجے گئے حتیٰ کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا۔“

(۴) عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله اصطفى كنانة من ولد اسمعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفاني من بنى هاشم. رواه مسلم

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، صفحہ 511)

”حضرت واثلہ بن اسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، اللہ تعالیٰ نے اولاد حضرت اسماعیل میں سے کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم میں سے منتخب فرمایا۔“

(۵) عن العرياض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اني عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنتجل في طينته وساخير كم باول امرى دعوة ابراهيم وبشارة عيسى ورويا امي التي رات حين وضعتني وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام رواه في شرح السنة

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، صفحہ 513)

”حضرت عریاض ابن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے راوی ہے کہ حضور نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں لوٹ رہے تھے (یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی) اور میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں میں دعاء ابراہیم ہوں بناترت عیسیٰ ہوں میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے لئے ایک نور ظاہر ہوا

جس سے ان کے لئے شام کے کل چمک گئے۔“

واضح رہے کہ اس ایمان افروز موضوع سے متعلق سنکڑوں روایات حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

اصحابی کالنجوم فباہم اقتديتم اهتديتم

میرے صحابہ آسمان ہدایت کے چمکتے ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس بھی صحابی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے، وہ نفوس قدسہ اور ان کے تابعین و تبع تابعین، جو کہ حقیقت ایمان کو جاننے والے، روح ایمان کو پہچاننے والے تھے ہر آن و ہر لمحہ حضور میں سرور رہتے تھے ہر وقت ذکر رسول ان کا سرمایہ جان و ایمان تھا وہ پاکباز بڑے شوق کے ساتھ ایک دوسرے سے سوال و تقاضا کرتے کہ ہمیں حضور کے اوصاف سناؤ اور آپس میں مل بیٹھ کر حضور انور و اکرم ﷺ کے فضائل و شمائل سنتے سنا تے تھے۔ یہی میلاد ہے اور یہی جشن عید میلاد ہے اس کے جواز و استحسان میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اس کی صداقت ”کالشمس فی نصف النهار“ روشن دتا ہوا ہے لیکن مخالفین کو کچھ بھائی نہیں دیتا۔ ان کے لئے اندھیرا ہی اندھیرا ہے سچ ہے:

گر نہ بیند بروز شب پرچشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ
بحمدہ تعالیٰ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ اعتراض غلط ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین نے یوم میلاد حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اور بعد کیوں نہ منایا؟

آئیے اب جشن میلاد النبی ﷺ منانے کے بارے میں اکابرین امت مفسرین و محدثین و علماء راہنہین کے ارشادات سے بھی استفادہ کر لیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔

اکابرین امت اور علماء اسلام کا جشن میلاد کے بارے میں فتویٰ

(۱) حضرت علامہ شہاب الملت والدین احمد بن محمد ابی بکر الخطیب القسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام و
يعملون الولائم و يتصدقون في لياليه بانواع الصدقات
ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات و يعتنون بقراءة
مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم ومما
جرب من خواصه انه امان في ذالك العام و بشرى عاجلة
بنيل البغية المرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده
المباركة اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض
واعياداء (مواعيد اللہ فی جلد اول، صفحہ 27)

”ہمیشہ سے لے کر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے میلاد مبارک کے مہینہ میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور خوشیوں کے موقع پر کھلائے جانے والے کھانے پکاتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں زیادتی کرتے ہیں اور میلاد خوانی کا اہتمام کرتے ہیں تو ان پر میلاد شریف کی برکتوں سے ہر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے محفل میلاد کی آزمودہ خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ ان کو اس پورے سال میں امان حاصل رہتی ہے اور حاجت روائی اور حصول مراد کی بشارت جلد مل جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت فرمائے جو حضور ﷺ کی دلاوت کے مبارک مہینہ کی راتوں کو، عیدوں کی طرح مناتے ہیں تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں میلاد النبی منانے کے انکار کا مرض اور لاداد بیماری ہے اس

میں مزید شدت واقع ہو جائے۔“

(۲) اس کی شرح میں علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ينبغي تخصيص هذا الشهر بزيادة فعل البر و كثرة الصدقات
والخيرات وغير ذالك من وجوه القربات وهذا هو عمل
المولدا المستحسن (زرقانی شریف جلد اول، صفحہ 139)

”لا اقل یہ ہے کہ اس ماہ مبارک کو زیادہ نیکیاں کرنے اور صدقات و خیرات اور ان کے علاوہ دوسرے تقرب حاصل کرنے والے کاموں کو بکثرت کرنے کے لئے خاص کر دینا چاہیے اور یہی میلاد شریف منانے کا بہترین عمل ہے۔“

(۳) خاتم الفقہاء والمحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر ائمتی المالکی علیہ الرحمۃ سے میلاد شریف منانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا۔
”محفل میلاد ہو یا محفل ذکر خیر۔ دو قسم ہے۔ ایک قسم یہ کہ اگر کسی میں ناجائز کام ہوتے ہیں تو ناجائز کاموں سے بچنے کے لئے منانا منع ہے۔

اما القسم الثاني سنة تشتمله الاحاديث الواردة في الاذكار
المخصوصة والعامه كقوله صلى الله عليه وسلم لا يقعد قوم
يذكرون الله تعالى الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة و
نزلت عليهم السكينة وذكرهم الله تعالى فيمن عنده رواء
مسلم وروى ايضا انه، صلى الله عليه وسلم قال لقوم جلوسا
يذكرون الله تعالى ويحمدونه، على ان هداهم الله للاسلام
اتاني جبريل عليه السلام فاخبرني ان الله يباهي بكم
الملائكة وفي الحديثين اوضح دليل على فضل الاجتماع
على الخير والجلوس له وان الله ين علي خير كذا لك
يباهي الله بهم الملائكة وتنزل عليهم السكينة وتغشاهم

الرحمة ويزكروهم الله تعالى بالثناء عليهم بين الملائكة فاي

فضائل اجل من هذه (الفتاوى الحديثية صفحہ 129، صفحہ 130)

”یعنی محفل میلاد یا محل ذکر اذکار کی دوسری قسم (جو ہر قسم کے ناجائز کاموں سے پاک ہو) تو یہ سنت ہے۔ جو احادیث، خاص اور عام اذکار کی فضیلت میں وارد ہیں اس قسم کو شامل ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہو کر بیٹھتی ہے تو اس مجلس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں۔ ان ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کا ذکر حاضرین جماعت ملائکہ میں فرماتا ہے یہ حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے اور صحیح مسلم کی دوسری حدیث اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کے بارے میں جو بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے تھے اور اس پر اس کی حمد کر رہے تھے کہ اللہ نے ان کو اسلام کے لئے ہدایت فرمائی ارشاد فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تمہارے بارے میں فخر فرما رہا ہے ان دونوں حدیثوں میں خیر کے لئے اکٹھا ہونے اور خیر کے لئے بیٹھنے کی فضیلت پر بڑی واضح دلیل ہے اور اس پر بھی کہ خیر کے لئے بیٹھنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فخر کا اظہار فرماتا ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کے درمیان ان کا ذکر تعریف کے ساتھ کرتا ہے پھر ان فضائل سے بڑھ کر اور کون سی فضیلتیں ہو سکتی ہیں۔“

(۴۷) حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کی جس محفل میں لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اولیت اور ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات کا بیان کر کے بعد میں دسترخوان بچھا کر، لوگوں کو طعام وغیرہ کھلاتے ہیں تو اس کا شرعی حکم یہ ہے:

التي يثاب عليها صاحبها لمافيه من تعظيم قدر النبي صلى الله عليه وسلم واطهار الفرح والا مستبشار بمولده الشريف (حسن المقصد في عمل المولود بحوالہ الحاوی للفتاویٰ، جلد 1، صفحہ 189)

”یہ وہ نیک کام ہے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اس لئے کہ اس محفل کے انعقاد میں نبی اکرم ﷺ کے مبارک مرتبہ کی تعظیم اور آپ کی ولادت مبارکہ پر فرحت و خوشی کا اظہار ہے۔“

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث سے میلاد منانے کے جواز میں استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت وقد ظهر لي تخريجہ على اصل آخر وهو ما أخرجه البيهقي عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم عرق عن نفسه بعد النبوة مع انه قد ورد ان جده عبدالمطلب عرق عنه في سابع ولادته والعقيقة لاتعاد مرة ثانية فيحمل ذالك على ان الذي فعله النبي صلى الله عليه وسلم اظهار للشكر على ايجاد الله اياه رحمة للعالمين و تشريع لامته كما كان يصلي على نفسه لذالك فيستحب لنا ايضاً اظهار الشكر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام ونحو ذالك من وجوه القربات واطهار المسرات ثم رائت امام القراء الحافظ شمس الدين بن الجزري قال في كتابه المسمى عرف التعريف بالمولود الشريف مانصه: قدروى ابولهب بعد موته في النوم فقيل له ما حالک؟ فقال في النار الا انه يتخفف عنى كل ليلة اثنين وامص من بين اصبعي ماء بقدر هذا و اشار الى رأس اصبعه وان ذالك باعتناقي لثوبية عندما بشر تنى بولادة النبي صلى

اللہ علیہ وسلم وبارحہا عہالہ فاذا کان ابولہب الکافر الذی
نزل القرآن بدمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولود النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحّد من امة
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسر بمولده ویذل ماتصل الیہ
قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون
جزائہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ جنات النعیم

(الحاوی للفتاویٰ، صفحہ 196، جلد 1)

”میں کہتا ہوں کہ مجھے محفل میلاد منانے کے جواز کے بارے میں دوسری دلیل بھی
معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے کہ امام بیہقی حضرت انس سے روایت بیان کرتے
ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیدہ خود بھی کیا تھا
حالانکہ روایات میں وارد ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا عقیدہ
آپ کی ولادت کے ساتویں دن کیا تھا اور عقیدہ دوسری مرتبہ دوہرایا نہیں جاتا۔ تو
یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ کا (خود اپنا عقیدہ) دوبارہ کرنا اس لئے ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس کا شکر بجالانے کا اظہار ہو۔ اور دوسرے
یہ کہ آپ کی امت کے لئے شرعاً جائز ہو جائے۔ جیسا کہ آپ خود پر اس لئے درود
شریف بھی پڑھتے تھے۔ پس ہمارے لئے بھی یہ مستحب ہے کہ ہم حضور ﷺ کے
میلاد (ولادت) کی خوشی کے اظہار شکر کے لئے اجتماع (جلسے محفلیں منعقد) کریں
اور لوگوں کو طعام کھلائیں اور اس طرح کے ثواب کے کام کریں اور خوشی و مسرت کا
اظہار کریں۔ میں نے امام القراء حافظ احمد رث شمس الدین بن جزری علیہ الرحمۃ
کی کتاب ”عرف التعریف بالمولد الشریف“ میں دیکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں
کسی شخص نے ابولہب کو اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا
کہ ”تیرا کیا حال ہے؟“ تو اس نے کہا آگ میں ہوں مگر یہ ہے کہ ہفتے میں ایک

مرتبہ، ہر پیر کی شب مجھ سے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور ان انگلیوں کے
درمیان سے، انگلیوں کے سر کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس قدر پانی چوس لیا
کرتا ہوں اور یہ عذاب میں تخفیف اور اتنا سا پانی ملتا اس وجہ سے ہے کہ جب
میری باندی ثویبہ نے ولادت النبی ﷺ کی خوشخبری سنائی اور ان کو دودھ پلایا۔ تو
میں نے اس کو اپنی دو انگلیوں کا اشارہ کر کے آزاد کر دیا تھا۔ (تو غور کرنا چاہیے کہ)
جب ابولہب جیسے کافر پر کہ اس کی مذمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے اس وجہ سے
عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ
پر خوشی منائی تھی تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اس امتی مسلمان موحّد کا حال کتنا بہتر ہو
گا جو آپ کی محبت میں آپ کی ولادت مبارکہ کی خوشی مناتا اور حتی المقدور روپیہ
پیسہ خرچ کرتا ہے؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ایسے مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں
یہی جزاء ہے کہ اس کو اپنے فضل سے جنات النعیم میں داخل کرے گا۔“

نیز اس کے آگے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عید میلاد النبی ﷺ منانے
کے جواز میں شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی میلاد شریف منانا حدیث سے ثابت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

(۵) وقد ظهر لی تخریجہا علی اصل ثابت وهو ما ثبت فی
الصحیحین من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ
فوجد الیہود بصوموم یوم عاشوراء فسالہم فقالوا ہو یوم
اغرق اللہ فیہ فرعون ونجی موسیٰ فنحن نصومہ شکراً للہ
تعالیٰ فیستفاد منه فعل الشکر للہ علی ما من بہ فی یوم معین
من اسداء نعمۃ او دفع نقمة وبعاد ذالک فی نظیر ذالک
الیوم من کل سنة والشکر للہ یحصل بانواع العبادۃ
کالسجود والصیام والصدقة والتلاوة وای نعمۃ اعظم من

النعمۃ ببروز هذا النبی نبی الرحمة فی ذالک الیوم وعلی
هذا فینبغی أن یتحرى الیوم بعینه حتی یطابق قصة موسی فی
یوم عاشوراء (الحاوی للنفاوی، جلد 1 صفحہ 196)

”علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے عید میلاد النبی ﷺ منانے کی اصل
اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو بخاری شریف میں ہے کہ بے شک نبی کریم
ﷺ جب مدینہ منورہ میں آئے وہاں آپ نے یہودیوں کو دسویں محرم عاشورہ
کے دن روزہ رکھتے دیکھ کر ان سے پوچھا کہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض
کی کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو
نجات دی تھی تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ علامہ ابن
حجر نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے مصیبت کے نلنے اور نعمت ملنے پر دن مقرر
کر کے شکر ادا کرنے کا فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور ہر سال اس دن
بار بار شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر، عبادت کے کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے جیسے کہ
سجدہ، روزہ، صدقہ خیرات اور تلاوت قرآن وغیرہ اور (کوئی بتائے کہ) میلاد
کے دن اس نبی، نبی الرحمة ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت عظیم ہے تو
اس حدیث کی بناء پر چاہیے کہ (میلاد مبارک منانے اور نیک کام کرنے کے لئے)
بعینہ اس یوم میلاد النبی ﷺ کی تلاش کرنا چاہیے تاکہ یوم عاشوراء میں قصہ موسیٰ
علیہ السلام سے مطابقت ہو جائے۔“

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے مطابق علامہ محمد بن عبدالباقی الزر
قانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مواہب اللدنیہ کی شرح زر قانی شریف صفحہ 140 جلد اول
میں تحریر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ محفل و مجلس میلاد منعقد کرنے کے جواز اور فضائل و برکات
کے بیان میں مسلمہ اکابر علمائے امت کے مزید سینکڑوں ارشادات درج کیے جاسکتے ہیں تا
ہم فقیر طوارفت سے نیچے کی خاطر اس پر اکتفا کر رہا ہے کہ متلاشیان حق کے لئے یہ بھی کافی و

شافی ہے اس لئے کہ آیات قرآن مجید، روایات حدیث شریف، عمل صحابہ و تابعین تبع تابعین
سے اور ائمہ مفسرین و شارحین حدیث اور اکابر علماء امت کے ارشادات سے بفضلہ تعالیٰ
میلاد النبی ﷺ کی محافل و مجالس منعقد کرنے کے اثبات جواز میں فقیر نے جو اظہار من
الفتس حقائق و شواہد تحریر کیے ہیں لا جواب، مسکت اور ناقابل تردید ہیں۔ مولوی علی محمد سمیت
کوئی منکر و باہمی ان کے رد میں ایک بھی مقول و قابل قبول دلیل یا قیامت پیش نہیں کر سکتا۔
الغرض حضور ﷺ کے میلاد کا ذکر و بیان سنت ہے۔ سنت رسول ہے، سنت صحابہ ہے
اور عاشقان رسول مومن مسلمانوں کا طریقہ ہے سواد اعظم کا شعار ہے۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان الله لا یجمع امتی اوفال امة محمد علی ضلالة وید الله
علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار (راہ الترمذی) نیز فرمایا
اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ
(مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل دوم، صفحہ 30)
”یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو، یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔
جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ
ہی جائے گا۔ نیز فرمایا بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ
(جہنم) میں جائے گا۔“
اور اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ تُولِيهِ مَا تَوَلَّىٰ وَتُصْلِبْهُ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء)
”اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق والا راستہ اس پر کھل چکا ہو، اور
مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے، اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور
اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ملنے کی ہے۔“

مگر چالاک معترض دھوکہ دینے کی غرض سے پہلو بدلتے ہوئے تیسرے اعتراض میں لکھتا ہے:

اعتراض نمبر 3: ہم ذکر ولادت باسعادت کو مستحب جانتے ہیں۔ لیکن محفل میلاد اور مجلس میلاد کو بدعت اور مکروہ کہتے ہیں، گویا

جناب شیخ کا بہکا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

بمصدق لا الہی ہولاء، ولا الہی ہولاء

لنگا گئے تو گنگا رام جمنائے تو جمنائے داس

یعنی شتر مرغ کی طرح کوئی مفاد دیکھا تو اونٹوں کی برادری میں مل گئے اور موقع مناسب نظر آیا تو پرندوں میں شامل ہو گئے لاجول والا قوۃ۔ یہ کون سی شرافت ہے؟ مولوی علی محمد صاحب فقیر کو مخاطب کر کے اس طرح اپنی علمیت کا اظہار فرماتا ہے:

”جاملی ملاسن، محفل میلاد، مجلس میلاد دوسری چیز ہے اور حضرت ﷺ کا محض ذکر ولادت باسعادت دوسری چیز ہے پہلی بدعت ہے اور دوسری مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔ نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت بدعات کے سبب سے آئی ہے۔“ (مطرقہ صفحہ 8)

جواب: اس اعتراض کا کیا مطلب ہوا؟ بقول غالب دہلوی،

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

یہ کہنا کہ ”ذکر میلاد تو مستحب ہے لیکن محفل میلاد، مجلس میلاد بدعت مکروہ ہے ناجائز ہے۔“ دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ ذکر ولادت سننے سنانے کے لئے مجمع محفل و مجلس کا ہونا لازم ہے۔ کیا معترض صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اکیلا آدمی کسی ایسی جگہ جہاں اور کوئی تنفس موجود نہ ہو، تنہا ذکر میلاد کرے تو جائز و مستحب، اور اگر وہاں چند آدمی سننے آجائیں تو ذکر میلاد یک لخت حرام بدعت ہو جائے گا؟ یہ دعویٰ کس قدر غلط و بے بنیاد ہے۔ مزید برآں یہ کہ اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں کوئی معقول شرعی دلیل پیش کرنے کی

بجائے اپنے دیوبندی مفتی رشید احمد گنگوہی کا نام معقول و بے بنیاد فتویٰ لکھ کر سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے: سچ ہے

اذا كان الغراب دليل قوم سيهد بهم الى الارض الجيائف
کسی ایرے غیرے تھو خیرے کو حق نہیں پہنچتا کہ محفل میلاد کو کس گھڑت دھکوسلوں سے بدعت و ناجائز قرار دے جب کہ شریعت کے مالک و مختار، حبیب کردگار ﷺ کے عمل سے، صحابہ کرام کی مجلس میں ذکر میلاد مبارک ثابت ہے نیز صحابہ کرام اور اکابرین امت سلف و خلف صالحین سنت جان کر خیرات و برکات کے حصول کے لئے میلاد مبارک کی محفلیں منعقد کرتے آ رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ عاشقان رسول مسلمانان اہل سنت و جماعت ان کے اتباع میں تاقیامت جشن عید میلاد مناتے رہیں گے۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اس مقام پر فقیر ضروری سمجھتا ہے کہ معترض کا غرور توڑنے کے لئے، اس کی غلط بیانی اور اس کے مدوح مفتی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کی حقیقت کو بالا اختصار واضح کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو: مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے کہ محفل میلاد، جس میں صرف ذکر ولادت ہو اور اس میں کوئی بدعت نہ ہو اور کوئی امر، خلاف شرع نہ ہو اور بدعات سے خالی ہو ہر حال ناجائز ہے۔

نام نہاد مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کی نقل

سوال: محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسے ہے؟

جواب: ناجائز ہے، بسبب اور وجوہ کے فقط (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 148)

سوال: انعقاد مجلس میلاد، بدوں قیام، ہر روایات صحیح، درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 136)

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور میلاد میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعرس اور مولود درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 147)

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانے میں درست نہیں و علیٰ ہذا عرس کا جواب ہے بہت اشیاء ہیں کہ اول صباح تھیں مگر پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس و میلاد بھی ایسا ہی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 105)

ان فتاویٰ کی روشنی میں معترض صاحب کی غلط بیانی صاف عیاں ہے کہ اس نے بڑے غرور کے ساتھ فقیر کو مخاطب کر کے لکھا:

جابل ملاسن! مجلس میلاد اور چیز ہے اور حضرت ﷺ کا محض ذکر ولادت باسعادت اور چیز ہے پہلی بدعت ہے اور دوسری مستحب ہے اور اپنی تائید میں بڑے فخر کے ساتھ دیوبند کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی کا سہارا لیتے ہوئے لکھتا ہے: جس طرح حضرت رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے: ”نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت بدعات کی وجہ سے آئی ہے“۔ لیکن بمصداق۔ من چہ سے سرایم و طنبورہ چہ سے سراید۔

معترض کے اس دعویٰ کے برعکس خود مفتی رشید احمد گنگوہی کا واضح فتویٰ ہے کہ انعقاد مجلس مولود خواہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، روایات صحیح پڑھیں جائیں، قیام بھی نہ ہو اور کوئی بات خلاف شرع نہ ہو بہر حال ناجائز ہے، اور اس کی وجہ یہ بتانی کہ ”تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے اور مجلس مولود کے لئے اہتمام و تداعی ہوتا ہے“۔ یعنی

جن پہ تکلیف تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دیکھا آپ نے رشید احمد گنگوہی ہی کے فتویٰ میں ہے کہ انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے جس سے معترض صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک مفتی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی دیگر دیوبندی مفتیوں کی طرح، مسائل شرعیہ و فقہیہ بیان کرنے اور ان کے بارے میں فتویٰ دینے میں کسی اصول اور کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہے۔ ہر امر اور مسئلہ کو اپنی گروہی و مسلکی مصلحتوں اور مفادات کے مطابق ذہال لینے کا ماہر ہے۔ شرع مطہرہ کو موم کی ناک بنا رکھا ہے۔ سینکڑوں ہزاروں میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) مجلس مولود اور عرس کے بارے میں مندرجہ بالا فتوؤں کو سامنے رکھیں اور درج ذیل فتوؤں کو بھی دیکھ لیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں؟

جواب: جواب صورت مسئلہ کا یہ ہے کہ فاتحہ مروجہ درست نہیں ہے بلکہ بدعت سید ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 121)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ فی زمانہ رواج ہے کہ جب کوئی مرجع ہو کر مسجد میں یا کسی اور مکان میں قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ بلا تعین شمار، ثواب اس پڑھے ہوئے کا متونی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ جمع ہونا عزیز و اقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن شریف کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز، بدعت و مکروہ ہے شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 121)

سوال: فاتحہ مروجہ یعنی طعام کو درود پر رکھ کر ہاتھ اٹھا کر، کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: اس مخصوص طریقہ سے نہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھا نہ خلفاء کے زمانے میں بلکہ قرون ثلاثہ میں جو مشہود لکھا بالخیر ہیں منقول نہ ہوا۔ اور اس وقت حرمیں (مکہ و مدینہ) شریفین زاد ہما اللہ شرفا میں خواص کی عادت نہیں اور اگر کوئی اس طور مخصوص پر عمل کرے تو طعام حرام نہیں ہوتا اس کے کھالینے میں مضائقہ نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا مذموم ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 118)

دیوبندیوں کے مفتی اعظم رشید احمد نے، فاتحہ مروجہ کے خلاف تین ہتھیار استعمال کیے ہیں اس لئے کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت کرتے ہیں۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس مخصوص طریقہ سے نہ تھا (۲) خلفاء راشدین بلکہ قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں نہ تھا۔

(۳) اس وقت بھی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں خواص (نجدی وہابی) اس پر عمل نہیں رکھتے۔ ان تینوں باتوں کو ذہن میں رکھ کر گنگوہی صاحب کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر غور کریں۔

سوال: کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں (فتاویٰ رشیدیہ کامل، صفحہ 102)

اب معاملہ چونکہ ان کے اپنے گھر کا تھا اور کھانے کمانے کا سوال بھی درپیش تھا، اس لئے ان کے یہ تینوں ہتھیار کند ہو کر رہ گئے۔ واضح رہے کہ دیوبندی مولویوں نے کھانے کمانے کے لئے یہ نیا طریقہ ایجاد کر رکھا تھا کہ جب کوئی مصیبت کے وقت ان کے پاس دعا کرانے آتا یہ کہتے کہ مبلغ پندرہ روپے : اوضہ نقد ادا کرو، تو بخاری شریف کا ختم کرنا کہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اس زمانے میں روپیہ نئی بڑی قدر و قیمت تھی ان دنوں دو سے

اڑھائی روپیہ فی من گندم کی قیمت تھی اور ایک مزدور کی، روزانہ محنت کی اجرت صرف پچیس پیسے تھی تو موجود زمانے کے مقابلے میں اس زمانے کے ایک روپیہ کی قیمت کا حساب لگا کر دیکھ لیں کہ اس زمانے کے پندرہ روپے کی قیمت موجود زمانے کے کتنے روپے بنتی ہے۔ تو دعا کا طلب گار مجبوراً کسی نہ کسی طرح اتنی بخاری رقم مہیا کر کے ان کی جیب گرم کر دیتا تو یہ ختم بخاری کے لئے مجلس کا اہتمام کرتے اور استاد و شاگرد ایک دوسرے کو بلا تے اور جمع ہو کر بخاری شریف پڑھ کر اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ قارئین! اگر اس مسئلہ میں بھی مفتی رشید احمد صاحب ان ہی ہتھیاروں سے کام لیتے جو ہتھیار اس نے فاتحہ کے خلاف استعمال کیے تھے تو اپنے مفاد پر زور دیتی تھی اور مفت کی آمدنی بند ہوتی تھی۔ اس لئے اب ان باتوں کی کچھ فکر نہ کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ختم بخاری کا یہ مروجہ طریقہ نہ تھا۔ خلفائے راشدین بلکہ قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں بھی نہ تھا۔ بلکہ قرون ثلاثہ میں جو مشہود لکھا بالخیر ہیں بخاری شریف تالیف بھی نہیں ہوئی تھی، اور اس وقت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خواص (نجدی وہابی) بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود گنگوہی صاحب ختم بخاری شریف کو درست فرما رہے ہیں۔ بس وہی بات کہ موم کی ناک ہے جدھر کو چاہا سوڑی۔ اور مزید لطف کی بات دیکھیے کہ یہاں جواز کے لئے دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے، بدعت نہیں۔

بسوخت عقل ز جبریت کما ایں چہ بوالعجبی ست!

کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ آیا۔ ”صحیح بخاری“ جس کا قرون ثلاثہ میں وجود ہی نہیں تھا اس کا ختم کرنا ”ذکر خیر“ ہے، تو کیا ”قرآن مجید“ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھا، قرون ثلاثہ میں مکمل طور پر مرتب و مدون ہو چکا تھا اس کا ختم ”ذکر خیر“ کیوں نہیں؟ اگر ختم بخاری کے بعد دعا قبول ہوتی ہے تو ختم قرآن کے بعد دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ اگر ختم بخاری کے بعد دعا مانگنے کی اصل شرع سے ثابت ہے، تو ختم قرآن کے

بعد نماز، گتے کی اصل شرع سے کیوں ثابت نہیں؟ اگر ختم بخاری بدعت نہیں تو ختم قرآن کو بدعت کیوں کہتے ہو؟ حدیث نبوی کی کتاب کا ختم جائز ہے تو کلام اللہ کا ختم کیوں ناجائز ہے؟ نیز یہ کہ مجلس مولود اگر اہتمام و تداعی کی وجہ سے ناجائز و بدعت ہے تو مجلس ختم بخاری اہتمام و تداعی کے باوجود ناجائز و بدعت کیوں نہیں؟

کیا دیوبندی ملاؤں کے گھر کا راج ہے کہ جس امر کو چاہیں جائز ٹھہرائیں اور جس امر کو چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ ان کو امور و مسائل شرع میں سن مانی کرنے کا اختیار کہاں سے اور کیوں کر حاصل ہو گیا؟ لا حول ولا قوۃ۔

مزید چند نمونے بلا تبصرہ

سوال: تبارک اور رجبی اور گیارہویں پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: تبارک اور رجبی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں، فاتحہ کھانے یا شیرینی پر بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 146)

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسین (امام حسن و امام حسین) علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا، یا دودھ پلانا سب نادرست اور حقہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 148)

سوال: ہندو جو بیاد پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس بیاد سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 498)

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد و حاکم یا نوکر کو کھیلے یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 488)

قارئین کو معلوم ہو کہ ہندوؤں کے دھرم میں گوماتا کا پیشاب اور گوبر پاک اور متبرک ہے۔ گوہر سے باورچی خانہ کو لپ کر پاک کرتے ہیں اور کھانے پینے کی اشیاء میں گوماتا کا

پیشاب چھڑک کر ملا کر متبرک بناتے ہیں اور رشید احمد گنگوہی اپنے چہرہ کاروں کو ان کی اشیاء لے کر کھانے پینے کی ترغیب دے رہا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اذا كان الغراب دليل قوم سيهلبهم الى الارض الجبانف
جب کسی قوم کا رہنما کوا ہو گا تو وہ ان کو ایسی ہی سرزمین کی طرف رہنمائی کر کے جائے گا جہاں بکثرت مردار کھانے کو ملتے ہوں تو جی چاہتا ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کے پیشوا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ ہی سے، اس کی مزید تسلی کرا دی جائے مگر خوف طوالت اسنے پر ہی اکتفاء کر لی جاتی ہے کہ متلاشی حق کے لئے یہی کافی، دوائی اور شافی ہے۔

ہو شرم تو کافی ہے اک حرف صداقت بھی

بے شرم کو کافی نہیں دفتر نہ صحیفے

قارئین حضرات! یہ نجدی و ہابی، مصنوعی ڈھکوسلوں سے مجلس میلاد النبی ﷺ کو ناجائز، بدعت سیئہ اور حرام ٹھہرانے کے لئے دلیل دیتے ہیں کہ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے، یعنی مستحب امور کے لئے ایک دوسرے کو بلانا، دعوت دینا منع ہے چونکہ محفل میلاد میں اس طرح ہوتا ہے لہذا مجلس میلاد ناجائز، بدعت سیئہ و حرام ہے۔ حالانکہ یہ خود بڑے اہتمام کے ساتھ، اپنے اکابرین کی ہر بیان بڑے ذوق و شوق کے ساتھ بڑے بڑے جلسوں کی صورت میں مناتے ہیں۔ نیز اپنا بھرم قائم رکھنے کی خاطر بڑے اہتمام و تداعی کے ساتھ ”سیرت النبی“ کے نام سے جلے منعقد کرتے ہیں۔ قذا وراشتہارات چھپا کر تقسیم کرتے، دیواروں پر لگاتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن منانے کے لئے لمبے چوڑے، اونچے اونچے اسٹیج تعمیر کرتے ہیں۔ کافرہ عورت اندراگانہی سے اپنے جلسوں کی صدارت کراتے ہیں۔ اور ان کے چروں میں بیٹھ کر، گلے پھاڑ پھاڑ کر تقریریں جھاڑتے، منہ بگاڑ بگاڑ کر شیخیاں بگھارتے ہیں۔ تو کیا ان کے پاس ان امور کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت یا دلیل موجود ہے؟ کیا یہ خود سر، شتر بے مہار، قردن ثلاثہ سے اس طرح کی کوئی نظیر یا مثال پیش کر سکتے ہیں؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو کیا انہوں نے ”اہتمام و تداعی“ وغیرہ کی سب پابندیاں صرف مجلس میلاد النبی ﷺ ہی کے لئے وقف کر رکھی ہیں؟ اور یہ دیوبندی وہابی ہر پابندی سے آزاد ہیں، ان کے جوتی میں آئے کریں اور جو منہ میں آئے کہیں۔ آخر اس مادر پدر آزادی کی وجہ کیا ہے؟ معترض صاحب ذرا ہمت کر کے جواب دے۔

جاہلانہ اعتراض

معترض صاحب نے بزم خود، میلاد مبارک کی تقریب سعید کو، بدعت و ناجائز ثابت کرنے کے لئے بڑا دینی سوال اٹھایا ہے لیکن حقیقت اس کا یہ سوا انتہائی جہل، کذب، افتراء اور غلط بیانی پر مبنی ہے اعتراض نمبر 4 لکھتا ہے: چھ صدیاں گزر جانے تک مسلمانوں میں کہیں بھی اس بدعت کا رواج نہ تھا۔ یہ نہ کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ کسی فقیہ کو نہ کسی بزرگ کو نہ کسی ولی کو۔ یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک دنیا پرست رفیق مولوی کو۔ یہ بدعت 604 ہجری میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کو کبریٰ بن ارمل متوفی 630 ہجری کے حکم پر وجود میں آئی ہے جو ایک فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا“ (مطرقہ، صفحہ 8)

جواب: یہ اعتراض پڑھ کر بڑا افسوس ہوا کہ معترض نے اپنے اس بیہودہ سوال میں کذب و افتراء بہتان اور غلط بیانیوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور ساتھ ہی اپنی علمی قابلیت کا بھانڈا بھی بیچ چوراہے کے پھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ

(۱) مجلس میلاد النبی ﷺ کو بدعت سیدہ قرار دے کر قرآن و حدیث سے اپنی جہالت اور بے خبری کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(۲) صحابہ کرام، تابعین، فقہاء و بزرگان دین اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے بارے میں صریحاً غلط بیانی کر کے ان پر بہتان باندھا ہے کہ یہ حضرات اپنی مجالس میں میلاد النبی ﷺ وفضائل و اوصاف اور خصائص رسول مقبول کا ذکر و بیان کبھی نہ کرتے تھے۔ جب کہ احادیث صحیحہ اور بلند پایہ معتبر کتب سیرت اور تواریخ سے یہ سب کچھ بالتفصیل ثابت ہے اور

یہ سب کچھ فقیر تحریر کر چکا ہے۔

(۳) چھ سو سال تک دنیا میں کہیں بھی انعقاد مجالس میلاد کا رواج نہ تھا۔ یہ لکھ کر معترض صاحب نے کذب صریح اور غلط بیانی کا اتنا بڑا مظاہرہ کیا ہے کہ الیس لعین بھی اس کی اس شرمناک حرکت پر شرمنا کر رہ گیا ہوگا۔

(۴) نیز لکھا ہے کہ یہ بدعت 604 ہجری میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کو کبریٰ بن ارمل متوفی 630 ہجری کے حکم سے وجود میں آئی ہے جو ایک فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔

(۵) نیز لکھتا ہے کہ یہ بدعت سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک دنیا پرست رفیق مولوی کو۔ مثل مشہور ہے کہ ”ساون کے اندھے کو ہر سو ہریالی ہی سوجھتی ہے“۔ چونکہ معترض صاحب خود زر پرست علماء سوء کے مفاد پرست بدعتی کھیت کی پیداوار ہے لہذا اس کو حق پرست علماء دین بھی اپنے جیسے زر پرست و مفاد پرست، بدعتی ہی سوجھائی دیتے ہیں۔ لاجول ولاقوة

معترض صاحب کی علمی قابلیت اور شرافت

کا اندازہ اس کے اس بیان سے بخوبی لگ جاتا ہے کہ ایک تو اس نے بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین علیہما الرحمۃ کو مظفر الدین بن ارمل لکھا، جو قطعاً غلط ہے ”ارمل“ شہر کا نام ہے۔ بادشاہ مظفر الدین کے باپ کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شہر کے نام کو آدمی کا نام جان کر کسی کا باپ ٹھہرائے، اس سے اس کی علیست عیاں ہو جاتی ہے دوم یہ کہ اس نے ایک دین دار، صالح، عادل، عالم و فاضل معزز بادشاہ پر فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ یعنی ”بے دین“ ہونے کا بہتان باندھا اور اس پر میلاد النبی ﷺ کی محفل کے ایجاد کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا۔ یہ اس کا دو ہر ا جرم ہے۔

(۱) مجلس میلاد کو بدعت ٹھہرانے کا۔

(۲) بادشاہ مظفر الدین کو محفل میلاد کا موجد قرار دینے اور اس کو بے دین کہنے کا۔

بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین کی تعریف و توصیف میں

علامہ ابن کثیر کا بیان

(الف) الملك المظفر ابو سعيد كبرى ابن زيد الدين احد الاجواد،
والسادات الكبراء والملوك الامجاد له آثار حسنة۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ 136، جلد 13)

(ب) وكان يعمل المولد الشريف في ربيع الاول ويحتفل به احتفالا هائلا
وكان مع ذلك شجاعا فتكا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واكرم مثواه

(البدایہ والنہایہ، جلد 13، صفحہ 137)

(ج) وكان يحضر عنده في المولد اعيان العلماء والصوفية

(ايضا، جلد 13، صفحہ 137)

ترجمہ: سلطان مظفر ابو سعید کو کبریٰ ابن زید الدین بہترین آدمیوں میں سے ایک بڑے
شرفاء و معزز بادشاہوں میں سے تھا جس کے چھوڑے ہوئے آثار، بہترین ہیں وہ ربيع
الاول میں محفل میلاد، شان و شوکت کے ساتھ مناتا تھا نہایت تیز فہم (سمجھدار) بہادر، دلیر،
عاقل، عالم اور عادل تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرمائے اور اس کی آرام گاہ کو مکرم
فرمائے۔ اس کی محفل میلاد میں شریک ہونے کے لئے چوٹی کے بڑے بڑے علماء و مشائخ
حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس معتبر شہادت سے واضح ہوا کہ بادشاہ مظفر الدین علیہ الرحمۃ پر
معتز صاحب نے اپنے پیشرو دیوبندی وہابیوں کی نقالی کرتے ہوئے جو انزام اور بہتان
لگائے ہیں سراسر کذب و افتراء پر مبنی ہیں۔ چونکہ معتزین کو محفل میلاد سے چڑ ہے اور
سلطان مظفر کو کبریٰ علیہ الرحمۃ نے محفل میلاد نہایت شان و شوکت کے ساتھ منایا تھا اس لئے
اس سے بھی چڑ ہے اور اس کے خلاف دریدہ و ہنسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہابیوں کی تقلید میں
اب مولوی علی محمد کا یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا ایجاد کرنے والا

مظفر الدین کو کبریٰ ہے، حالانکہ بادشاہ مظفر الدین سے بھی پہلے محفل میلاد مسلمانوں میں
راج تھی۔

محفل میلاد مسلمانوں میں ہمیشہ سے رائج ہے

قرآن و حدیث و عمل صحابہ کرام و تابعین اور سلف صالحین سے میلاد النبی ﷺ
منانے کا ثبوت پیش کرنے سے پہلے فقیر مولوی علی محمد کی دعویٰ (کہ 604 ہجری سے قبل
محفل میلاد کا مسلمانوں میں کہیں بھی وجود نہیں تھا) کی تردید ضروری سمجھتا ہے تاکہ مسلمان
اس کے دلیرانہ جھوٹ سے واقف ہو جائیں: علامہ ابن جوزی محدث علیہ الرحمۃ التوفی
597 ہجری، تحریر فرماتے ہیں:

لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصري واليمن والشام وسائر
بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد
النبي صلى الله عليه وسلم ويفرحون بقدم هلال شهر ربيع
الاول ويلبسون ثياب الفاخرة و يتزينون بانواع الزينة
ويتطيبون ويكتحلون ويأتون بالسرور في هذه الايام ويذلون
على الناس بما كان عندهم من الضروب والاجناس ويهمنون
اهتماما بليغا على سماع القراءة المولدة للنبي صلى الله عليه
وسلم وينالون بذلك فوزا واجرا جزيلا ومما جرب عن
ذاك انه وجد في تلك الايام كثرة الخير والبركة مع
السلامة والعافية وسعة الرزق و ازدياد المال والاولاد
والاحفاد ودوام الامن والامان في البلاد والامصار والسكون
والقرار في البيوت والديار ببركة مولد النبي صلى الله عليه
وسلم (بيان المسيلاة لنبی، صفحہ 57-58)

”ہمیشہ سے باشندگان حرمین شریفین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور مصر اور شام، یمن

اور عرب کے مشرق و مغرب کے سارے شہروں والے میلا والنبی ﷺ کی مجلسیں اور مجلس منعقد کرتے آ رہے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند چڑھنے سے فرحتیں (خوشیاں) مناتے، عمدہ لباس پہنتے طرح طرح کی زیبوں سے مزین ہوتے خوشبوئیں لگاتے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں ان دنوں میں خوب سرور و انبساط کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے پاس روپے پیسے اور کھانے کے اجناس و اشیاء میں سے جو کچھ میسر ہوتا ہے لوگوں میں بطور خیرات اور تحفوں کے بانٹتے ہیں اور میلا والنبی ﷺ کے بیان، تقریریں سننے کے لئے بڑے بڑے اہتمام و انتظام کرتے ہیں (یعنی مجالس میلا منعقد کرنے کے سلسلے میں جلسہ گاہوں کی آرائش و سجاوٹ کرتے میلا دخواں علماء کے اعزاز میں اونچے اور خوبصورت استیج تیار کرتے ہیں سامعین کے لئے آرام دہ نشست گاہیں بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ) اور اس اظہار مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور برکتیں حاصل کرتے ہیں اور محافل میلا منعقد کرنے کے برکات میں سے یہ تجربہ شدہ فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ خیر و برکت میں کثرت ہو جاتی ہے۔ رزق میں وسعت، مال و دولت، اولاد، پوتوں، نواسوں میں زیادتی ہو جاتی ہے اور آبادیوں، شہروں میں امن و امان کا دوام اور دیہات اور گھروں میں سکون و قرار برقرار رہتا ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ پندرہویں صدی کی پیداوار ناہنجار معترضین بالاصرار تکرار کر رہے ہیں کہ پچھٹی صدی سے پہلے بدعت میلا کا مسلمانوں میں کہیں بھی رواج نہیں تھا۔ جب کہ علامہ ابن جوزی محدث علیہ الرحمہ (جن کا انتقال 597 ہجری میں ہوا) فرماتے ہیں: ہمیشہ سے ممالک اسلامیہ میں محافل میلا و بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ مسلمان منعقد کرتے آ رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معترضین صریحاً جھوٹ بک رہے ہیں۔ کہ مسنون و مستحب مجالس میلا کو بدعت سیدہ قرار دے کر مسلمانوں کو بہکانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ فرمان الہی

و دفعنا لک ذکوک اس پر شاہد عدل ہے۔

بفضلہ تعالیٰ و بفضل رسولہ الاعلیٰ عاشقان رسول مقبول ﷺ تا قیامت محفل میلا و شان و شوکت کے ساتھ منعقد کرتے رہیں گے۔

محفل میلا د کے بارے میں مختلف علماء کی مخالفت کا شوشہ

وہابی خواہ کسی بھی گروہ سے متعلق ہوں اور کسی بھی نام سے متعارف ہوں ان سب میں قدر مشترک ایک ہے ”شان رسالت میں تنقیص و توہین“ وہابیوں کو عظمت رسول و تعظیم رسول سے اتنی چڑ ہے کہ ان کو ”توہین رسول“ میں ”توحید الہی“ کی تحکیم دکھائی دیتی ہے۔ ان کے مذہب میں ”توحید الہی“ کا مطلب ”توہین رسول“ ہے۔ یہ توحید کی آڑ لے کر توحید کے بہانے سے جائز اور مستحب امور پر بڑی شقاوت و سنگدلی کے ساتھ ”شرک شرک“ کی سنگ باری کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مشرک کا فخر پھراتے ہیں۔ مذہب وہابیہ کی بناء ہی حتی الامکان حضور ﷺ کی شان اقدس کو گھٹانے، عشق و تعظیم حضور مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے پر قائم ہے۔ غور کا مقام ہے کہ آخر یہ من گھڑت حیلوں، بہانوں اور ڈھکوسلوں سے محفل میلا کو نا جائز، بدعت سیدہ، حرام، شرک قرار دینے اور مسلمانان اہل سنت و جماعت کو غلط بیانیوں اور فریب کاریوں کے ذریعہ بدعتی و مشرک ٹھہرانے کے لئے ناکام کوششوں میں کیوں لگے رہتے ہیں۔ جب کہ اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، مجلسوں میں ذکر میلا د کرتے رہے ہیں اور اقصائے عالم میں ہر زمانے میں سلف و خلف صالحین نہایت شان و شوکت کے ساتھ مجالس و محافل میلا منعقد کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ فقیر گزشتہ صفحات میں یہ سب احوال باثبوت و باحوالہ تحریر کر چکا ہے۔ ان کی کذب بیانیوں اور مکر و فریب کے نیچے ادھیڑ چکا ہے لیکن شروع ہی سے یہ لوگ اس قدر ضدی اور ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں کہ ان حق کے مقابلے میں چاروں شانے چت ہو جانے اور حقائق و دلائل قاطعہ کے سامنے ساکت ہو کر شکست فاش کھانے کے باوجود ہار نہیں مانتے اور پینتر ابدل کر مشہور و معروف علماء و مشائخ کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے

ایسے اذہورے جملے پیش کرنے لگتے ہیں جن سے تحریف و تاویل کے ذریعہ اپنے غلط موقف کی تائید کا مفہوم نکال سکیں۔ نیز ایک داؤد یہ چلتے ہیں کہ اپنے ہم مسلک کسی وہابی مولوی کو علماء حق کی فہرست میں ظاہر کر کے اس کے قول فاسد کو اپنی تائید میں لاتے ہیں تاکہ کم علم و بے خبر لوگ، ان کے مغالطہ میں آجائیں لیکن بمصادق جاء الحق و زہق الباطل، بتائید الہی جب حق سامنے آجاتا ہے ان کا طلسم ٹوٹ کر رفع دفع ہو جاتا ہے اور ان کا بچھایا ہوا دام ترویر ٹوٹ پھوٹ کر رہ جاتا ہے۔ ہمارے معترض صاحب نے بھی میلاد النبی ﷺ کے خلاف مذکورہ چال چلتے ہوئے اپنے غلط موقف کی تائید میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور علامہ ابو عبد اللہ بن الحاج علیہ الرحمۃ کے نام پیش کیے ہیں اور یہ شوشہ اٹھایا ہے کہ ان بزرگوں نے بھی محفل میلاد کی مخالفت کی ہے اور ان کے علاوہ چند گناہ، غیر معروف اور غیر معتبر اور کچھ متنازع مولویوں کے نام لکھ کر انہیں محفل میلاد کو ناجائز کہنے والوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ ہم اس کی اس فریب کاری کا پردہ چاک کر کے یہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اور علامہ ابن الحاج نے مطلق محفل میلاد کی مخالفت ہرگز نہیں کی۔ ان کے علاوہ جن دوسرے مولویوں کے نام اس نے لکھے ہیں ان کی حیثیت اور مذہبی حقیقت بھی سب کے سامنے ظاہر کر دیتے ہیں فی الحال اس کی شوشے بازی کے الفاظ دیکھ لیجئے۔ لکھتا ہے۔ محفل میلاد کی ہر زمانہ میں حقانی علماء اور ہر طبقے کے عالموں نے پر زور تردید کی ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، امام نصیر الدین شافعی، حضرت مجدد الف ثانی، علامہ ابن الحاج، علامہ عبد الرحمن مغربی، علامہ احمد بن محمد مصری ماٹکی۔

(مطرقہ صفحہ 9-10)

جواب: مولوی علی محمد صاحب نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے۔ مندرجہ بالا علماء کے نام لکھتے ہوئے حقانی علماء کی فہرست میں پہلا نام ابن تیمیہ کا لکھا ہے جو قطعاً خلاف حقیقت ہے اس کی تفصیل ہم ذرا آگے چل کر بتائیں گے فی الحال ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس نے یہ مذکورہ نام فتاویٰ رشیدیہ کے ایک فتویٰ سے چرا کر لکھے ہیں اور اس طرح

اس نے اپنی علمی دھاک بٹھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس صاحب نے نہ تو علامہ ابن الحاج کی کتاب ”المدخل“ کو دیکھا ہے اور نہ حوالہ خود دیکھ کر لکھا ہے بیگانی تقلید کرتے ہوئے رشید احمد گنگوہی کے ایک فتوے سے عبد الرحمن مغربی، نصیر الدین شافعی اور القول المعتد کے حوالے چرا کر اپنی علمی حیثیت کا بھانڈا پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ میدان مناظرہ میں حوالہ دہ معتبر ہوتا ہے جو دنیا بھر میں تسلیم شدہ ہو اور اگر کوئی عالم غیر معروف ہو تو پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ معتبر علماء میں سے ہے اور اس کا قول قابل اعتماد ہے صرف عبارت پیش کر دینا بالکل بیکار اور ناقابل حجت ہے میں پوچھتا ہوں نصیر الدین شافعی، عبد الرحمن مغربی، احمد بن محمد مصری کس طبقہ کے اور کس زمانہ کے عالم تھے؟ ان کی عبارتیں نقل کرتے ہوئے کتابوں کے صفحے اور جلد نمبر کیوں نہیں لگائے گئے؟ اور ان کتابوں کی کتنی اہمیت ہے؟ یہ سب کچھ کیوں چھپایا گیا ہے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!!!

ابن تیمیہ کے بارے میں علماء اسلام کی آراء

ابن تیمیہ کو دیوبندی، شیخ الاسلام کہتے ہیں حالانکہ اس نے ہمیشہ اکابرین اہل سنت اور ائمہ مجتہدین اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جمعین کی توہین اور تکفیر کی ہے۔ جن شرعی مسائل پر جمہور اہل سنت و جماعت کا اتفاق رہا ہے اس نے مسلک جمہور سے ہٹ کر ان مسائل کی مخالفت کی ہے اس کے سبب ہم عصر جدید علماء اہل سنت ابن تیمیہ کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور اس کو قید کر لیا تھا اس وجہ سے کہ اس نے مسلمانوں کے متفق مسئلوں میں اختلاف پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ”حجت“ کا قائل تھا۔ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے جانے کو شرک اور کبیرہ گناہ کہتا تھا اور کہتا تھا کہ تین طلاقیں نہیں پڑتیں اور اس کا عقیدہ تھا کہ جو شخص طلاق سے قسم اٹھائے قسم توڑے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے اس وقت کے جدید علمائے اہل سنت کے مطالبہ پر قید کیا گیا تھا اخیر تک اسی ہی عقیدہ پر جیل میں بغیر توبہ کیے مر گیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب ”شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید المخلوق“

صفحہ 204، مصنفہ علامہ الشیخ محمد یوسف بن اسماعیل بنحانی)
خاتم الفقہاء والمحدثین علامہ الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر البیہقی مکن رحمۃ اللہ علیہ نے
ابن تیمیہ کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

سنل نفع اللہ بہ بما لفظہ لابن تیمیہ اعتراض علی متأخری
الصوفیہ ولہ خوارق فی الفقہ والاصول فما محصل ذالک؟
فاجاب بقولہ: ابن تیمیہ عبد خذلہ اللہ واضلہ واعماہ
واصمہ واذلہ وبذلک صرح الاتمۃ الذین بینوا فساد احوالہ
وکذب اقوالہ ومن اراد ذالک فعلیہ بمطالعة کلام الامام
المجتہد المتفق علی امامتہ و جلالہ و بلوغہ مرتبۃ الاجتہاد
ابی الحسن السبکی وولده التاج والشیخ الامام العزیز
جماعۃ واهل عصرہم من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنفیۃ ولم
یقصر اعتراضہ علی متأخری الصوفیۃ بل اعترض علی مثل
عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما
یاتی والحاصل ان لا یقام لکلامہ وزن بل یرمی فی کل
وعرو حزن و یعتقد فیہ انه مبتدع ضال و مضل جاہل غالی
عاملہ اللہ بعدلہ واجازنا من مثل طریقہ وعقیدتہ وفعلہ آمین

(الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ 99)

”علامہ ابن حجر البیہقی سے اس طرح سوال کیا گیا کہ ابن تیمیہ کہ جس نے فقہ
اصول کے نئے نئے مسائل اپنی طرف سے ایجاد کیے اور اس نے صوفیائے
متاخرین پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ یہ کیسا شخص تھا؟ اس کا جواب علامہ ابن حجر
علیہ الرحمۃ نے یو دیا ”ابن تیمیہ ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے خوار کر کے
گمراہ کیا اور اندھا، اور بہرا اور ذلیل کر دیا۔ وقت کے ائمہ مہکوں کے افعال اور

جھوٹے اقوال کی خبر تھی انہوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے جو کوئی اس بات
سے واقف ہونا چاہتا ہو اسے ان ائمہ مجتہدین (جن کی امامت اور جلالت علمی اور
مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر اتفاق ہے) کے کلام مبارک کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ وہ
ائمہ کرام یہ ہیں۔ علامہ ابوالحسن سبکی اور ان کا فرزند علامہ تاج الدین سبکی، شیخ امام
العزیز بن جماعہ اور ان کے ہم عصر شافعی، مالکی اور حنفی علماء کرام، ابن تیمیہ نے نہ
صرف صوفیاء متاخرین پر اعتراض کیے ہیں بلکہ اس نے تو حضرت امیر المؤمنین عمر
بن الخطاب کے بارے میں بھی کہا ہے (کہ وہ کافی غلطیاں کرتا تھا) اور حضرت علی
بن ابی طالب پر بھی اعتراضات کیے ہیں (کہ اس نے تین سو مقامات سے بھی
زیادہ مقامات پر خطائیں کی ہیں)۔

جیسے کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے خلاصہ کلام یہ کہ ابن تیمیہ کے قول کا کچھ بھی وزن
نہیں بلکہ اس کے اقوال ویران و وحشتناک زمین اور سنگلاخ پہاڑوں میں پھینک دیئے گئے
لائق ہیں اس کے لئے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، ضال، مضل، غالی، جاہل تھا۔ اللہ
تعالیٰ اس کے ساتھ عدل فرمائے اور ہمیں اس کے طریقے اور عقیدے سے پناہ میں رکھے
آمین۔ اسی طرح دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

وایاک ان تصغی الی مافی کتب ابن تیمیہ و تلمیذہ ابن
القیم الجوزیہ وغیرہما ممن اتخذ اللہ ہواہ واضلہ اللہ علی
علم و ختم علی سمعہ و قلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن
یہدیہ من بعد اللہ (الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ 173)

علامہ ابن حجر البیہقی نے ابن تیمیہ کے بارے میں علامہ ابن جوزی کا قول نقل کیا
ہے کہ خبردار اکہیں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ اور اس کے
شاگردوں کی کتابوں کی جانب نظر نہ کر بیٹھنا یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے
اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ ابن تیمیہ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے کر راہ کیا

حالانکہ یہاں میر محمد نعمان اور دیگر میر بھائی دوستوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ محفل میلاد منعقد کرنے والوں سے بہت راضی ہوتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اللہ، باسراء الحریز نے اس سوال کا جواب بالتفصیل تحریر فرمایا کہ خوابوں میں لگی مثالیں واقع ہو سکتے ہیں لہذا خوابوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے کہ خواب خواب ہی ہوتا ہے۔ اس طرف کے ہمارے سریدوں نے ہمارے طریقے کی مخالفت کرتے ہوئے جامع و سرور سننے اور اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے شروع کر دی ہے یہاں میر محمد نعمان کو بھی ہمارا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں بھلا، اگر ہمارا حکم ماننے میں سستی کرے گا تو نقصان کس کے سبب سے ہے۔ پس یہ طریقہ کی مخالفت جامع، سرور، قص یا میلاد اور شعر خوانی کے ذریعہ سے ہو تو بھی مخالفت شاری کی جائے گی۔ ہر راستہ خاص مقصد کی جانب پہنچاتا ہے ہمارے طریقے میں خاص مقصد تک پہنچانا ان کاموں کو چھوڑنے سے متعلق اور وابستہ ہے۔ جنہیں ہمارا طریقہ حاصل کرنا ہو وہ اس طریقہ کی مخالفت سے پرہیز کر دے دوسروں کے طریقوں سے پیار نہ کرے حضرت خواجہ فقید قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ”نہیں کارکنگم نہ انکارکنگم“ نہ خود یہ کام کرتا ہوں نہ ہی اس کا انکار کرتا ہوں۔ اس لئے جامع و سرور) کیا ہے کہ ہمارے طریقہ کے خلاف ہے مگر دوسرے مشائخ طریقت نے (یہ جامع و سرور) کیا ہے اس لئے اس کا تم انکار بھی نہیں کرتا کہ وائیکلی و جلیقہ فو مولیٰ ہما ایک کے لئے ایک جہت مقرر ہے اور وہ اسی طرف متوجہ ہے۔“

(مکتوبات شریف، حصہ پنجم، دفتر اول، صفحہ 22-23)

اس سے صاف ظاہر ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے میلاد شریف سے مذاکرہ فرمایا اور مذاپے مخصوص طریقہ سلوک کے تحت اس کا حکم فرمایا اور میلاد بھی وہ میلاد مراد ہے جس میں جامع و سرور ہو۔ نفس ذکر میلاد پر ان کے ارشاد کو چسپاں کرنا۔ منکر میلاد کے جہت باطن کی بدولت ہے۔ اور امام ربانی جیسی متحرک حسی پراگماتہ اور بہتائن بازاری ہے۔

ہے اور اس کے کالوں اور دل پر میر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسے مگر اہ کر دینے کے بعد دوسرا کون اسے ہدایت دے سکے گا۔“

ان کے علاوہ علامہ حافظ ابن رجب صلی اللہ علیہ وسلم سید مرتضیٰ الزیلعی ”صاحب التاجاف“ اور دیگر متعدد معروف علماء نے ابن تیمیہ کو گمراہ لکھا ہے۔ ایسے شخص اور جمہور اہل سنت و جماعت کے مسلک سے منحرف عالم و عالماء حق کی فہرست میں شمار کرنا بے انصافی ہے۔

تاریخ حضرات امراء و جہالہ تحقیق کے بموجب ابن تیمیہ کا قول میلاد النبی کی مخالفت میں بطور جہت کیسے قبول کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ

ہر کہ خود گمراہ است کمر اور میری کند

یعنی جو کہ خود ہی گمراہ ہے وہ کسی کی رہبری کیسے کرے گا اس لئے ابن تیمیہ کے قول کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی پر مخالفت محفل میلاد کی تہمت

مستعرض نے اپنی بے علمی کے باعث حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اللہ باسراء الحریز پر بھی مخالفت محفل میلاد کی تہمت لگائی ہے اصل بات یہ ہے کہ اس نے کوئی بھی کتاب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مسئلہ کی تحقیق نہیں کی اور نہ ہی اس میں اتنی قابلیت ہے۔ اس کی خام تر اچھل کود کا انحصار رشید احمد گنگوہی کے کھونٹے پر ہے اس کی ساری طبیعت کا دار و مدار ”فتاویٰ رشیدیہ“ پر ہے جو کچھ اس میں دیکھتا ہے بے سوچے سمجھے خود بھی لکھ دیتا ہے صحیح ہے یا غلط جانے اس کی بلا۔ اس سے اس کو کچھ غرض نہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے بہر حال فقیر۔ اس حرکت قبیحہ سے پیدا ہو سکتے والی غلطی کا زالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ مکتوبات شریف امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اللہ باسراء الحریز میں مرقوم ہے۔

کہ ”حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں ان کے سرید مرزا حسام الدین صاحب نے یہ سوال پیش کیا کہ۔ آپ سرور اور جامع سے کس لئے منع فرماتے ہیں؟ پھر تو ایسی محفل میلاد شریف جس میں فقیہ تصفیہ سے اور اشعار پڑھے جاتے ہیں اس پر بھی یہ منافعت مثال ہوگی

معرض صاحب کی بے علمی

تھوڑی بہت معلومات رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہنی تھے مگر مولوی علی محمد صاحب نے ان کو ضعیف لکھا ہے۔ جس کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ وہ حنفی تھے یا حنبلی۔ اسے ان کے مبارک کلام کی تہہ تک پہنچنے کی توفیق کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معرض صاحب نے رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی بنا پر آنکھیں بند کر کے لکھ مارا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی بھی محفل میلاد کے مخالف تھے۔ حالانکہ حضرت امام ربانی قدسنا اللہ باسراہ محفل میلاد کے جواز یا عدم جواز شرعی کی توضیح نہیں فرما رہے بلکہ اپنی طریقت کے تحت ہدایت فرما رہے ہیں کہ ہماری طریقت میں، اشعار خوانی، سرود وغیرہ جو محفل میلاد میں کیا جائے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔

معرض کو کیا خبر نہیں کہ شریعت کی رو سے ذکر بالجہر اور ذکر بالاخفاء دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن ان روئے طریقت سلسلہ نقشبندیہ میں عموماً ذکر بالجہر کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تو کیا مولوی علی محمد صاحب یہ بھی لکھ مارے گا کہ امام ربانی، ذکر اللہ کے مخالف ہیں؟

محفل میلاد اور علامہ ابن الحاج

حسب عبادت مولوی علی محمد صاحب نے کتاب ”المدخل“ دیکھے بغیر فتاویٰ رشیدیہ سے ایک فتویٰ کی عبارت چرا کر لکھا ہے۔ ”علامہ ابن امیر الحاج مالکی نے مکمل صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس (محفل میلاد) کی تردید کی ہے۔ (صفحہ 9)

جواب: علامہ ابن الحاج مالکی علیہ الرحمۃ کے دور میں کچھ نالائق آدمیوں نے محفل میلاد میں کچھ ناجائز کام کرنے شروع کر دیے تھے۔ جس کی وجہ سے ایسی محفل کو علامہ ابن امیر الحاج نے بدعت قرار دیا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے ان ناجائز کاموں کی تردید کی تھی۔ نہ کہ محفل میلاد کی۔ اور حق یہی ہے کہ ناجائز کاموں کو ناجائز قرار دیا جائے دنیا کا کوئی عالم کیونکر ممنوع و غیر شرعی کاموں کو جائز قرار دے سکتا ہے؟ علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک بھی تمام علمائے اسلام کی طرح ایسی محفل میلاد جو ممنوع و غیر شرعی امور سے پاک ہو جائز و مستحسن ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی محدث و مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن الحاج کی کتاب ”المدخل“ میں لکھے ہوئے اعتراض کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حاصل ما ذکرہ انہ لم یذم المولد بل ذم ما یحتوی علیہ من المحرمات والمنکرات واول کلامہ صریح فی انہ ینبغي ان یخص هذا الشهر بزيادة فعل البر و کثرت الخیرات والصدقات وغیر ذالک من وجوه القربات وهذا هو عمل المولد الذی استحسانہ فانہ لیس فیہ شیء سوى قراءة القرآن واطعام الطعام وذلک خیر و برو قربۃ

(الحادی للحفاوی، صفحہ 195، جلد اول)

”یعنی امیر ابن الحاج کے قول کا حاصل مقصد یہ ہے کہ انہوں نے محفل میلاد کی مذمت نہیں کی ہے بلکہ ان محرمات اور منکرات کی مذمت کی (جو اس زمانہ میں) محفل میلاد میں کیے جاتے تھے ابن الحاج کا پہلا قول اس کی صراحت کرتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ اس مہینہ کو نیکی کے کاموں میں زیادتی۔ اور خیرات و صدقات بکثرت کرنے اور اسی طرح کے حصول قرب کے دیگر کاموں اور عبادات کے لئے خاص کر دیا جائے میلاد کی وہ قسم جسے ہم نے مستحسن قرار دیا ہے۔ اس میں تلاوت قرآن اور کھانا کھلانے کے سوا اور کوئی ناجائز کام نہیں ہوتا اور یہ خیر و برکت و عبادت ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا قول کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں:

قال السيوطي وهو مفتضي كلام ابن الحاج في مدخله فانہ انما ذم ما احتوی علیہ من المحرمات مع تصريحہ قبل بانہ ینبغي تخصیص هذا الشهر بزيادة فعل البر و کثرة الصدقات

والنخيرات وغير ذالك من وجوه القربات وهذا هو عمل
المولود المستحسن (الزرقانی علی المواب صفحہ 139، جلد اول)

”علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن الحاج کے قول کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی
کتاب ”مدخل“ میں صرف اس محفل میلاد کو برا کہا ہے جس میں حرام اور ناجائز کام
ہوں۔ ورنہ اس سے پہلے وہ کہہ چکے ہیں کہ اس مہینہ کو بکثرت خیرات و صدقات
اعمال نیک اور قسم قسم کی عبادات کے لئے مخصوص کر رکھنا چاہیے اور ایسی محفل میلاد
منعقد کرنا اچھا عمل ہے۔“

علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی کی اس وضاحت کے باوجود یہ کہنا کہ علامہ ابن الحاج نے
محفل میلاد کی مخالفت کی ہے۔ حق و صداقت کا منہ چرانا ہے۔

واضح رہے کہ کوئی بھی عالم دین انعقاد محفل میلاد کو ناجائز قرار نہیں دیتا ذکر میلاد النبی
ﷺ سب کے نزدیک باعث خیر و برکت و بلندی درجات اور خوشنودی اللہ و رسول کا
ذریعہ ہے۔

انوکھا استدلال اور عجیب اعتراض

قرآن و حدیث کے نام سے قرآن و حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کوئی
بھی عمل یا ذکر جب بھی کیا جائے تو اس کے لئے دیکھنا چاہیے کہ اس کے لئے قرآن اور
حدیث کا واضح حکم ہے یا نہیں؟ محفل میلاد بھی اعمال و اذکار میں شامل ہے اس کے منانے
کے لئے بھی اسی قاعدے کے مطابق قرآن و حدیث سے واضح حکم دیکھنا چاہیے، حکم ہوگا تو
محفل میلاد منانا جائز سمجھا جائے گا اور اگر حکم نہ ہوگا تو ناجائز کہا جائے گا۔ کیونکہ حکم نہ ہونے
کی صورت میں محفل میلاد منانا گویا اپنی طرف سے دین میں کمی بیشی کرنے کے برابر ہے
جس کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ اس من گھڑت قاعدہ کے تحت محفل میلاد کو ناجائز اور حرام
سمجھتے ہوئے۔

اعتراض نمبر 5: کرتے ہوئے لکھتا ہے ”اذکار اور اعمال توقیفی ہوتے ہیں ہم کو اپنی طرف

سے ان میں کمی بیشی کرنے کا حق نہیں ہے۔ (صفحہ 10)

جواب: افسوس مولوی صاحب اگر اصول کے ابتدائی کتاب اصول شاشی اور نور الانوار وغیرہ
پڑھا ہوا ہوتا تو یہ من گھڑت قاعدہ گھڑ کر یوں اعتراض نہ کرتا۔ اس لئے کہ اس کا یہ اعتراض
بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ اس کا یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ ہر کام کے لئے حکم دیکھنا چاہیے کہ یہ
جائز ہے یا ناجائز ہے اور اس کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اذکار و اعمال توقیفی ہوتے ہیں۔
کیونکہ مطلق اعمال و اذکار توقیفی نہیں ہیں۔ اذکار و اعمال کو کتب عقائد و اصول میں بہت سی
اقسام پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش ہے نہ ضرورت۔ یہاں میں صرف
مولوی صاحب کے جھوٹ اور فریب پر مبنی دعویٰ کی تردید کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔
حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں۔ حرام اشیاء و امور کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ
قرآن مجید میں فرمایا:

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (انعام: 119)

”جو تم پر حرام کیا گیا اس کا بیان تفصیل کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔“

اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه
وما سكت منه فهو مما عفا عنه

(ترمذی، صفحہ 206، جلد اول، مشکوٰۃ باب آداب الطعام، فصل دوم)

”حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی
کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف۔“

شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تعریف السنۃ میں ہے:

المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية
والشافعية (صفحہ 221)

”ہر چیز میں اصل یہی ہے کہ وہ مباح ہے“ جمہور ضنیہ اور شافعیہ کا یہ مسلک ہے۔

علامہ محبت اللہ بہاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ان اصل الافعال الاباحه كما هو مختار اكثر الحنفية

(مسلم القبول، صفحہ 27)

”تحقیق، افعال میں اصل اباحت ہے۔“

قرآن مجید، حدیث شریف اور کتب معتبرہ فقہ سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ شریعت میں جن کاموں کے بارے میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز ہونے کی وضاحت و تصریح نہیں وہ مباح ہیں ان کے لئے قرآن و حدیث سے واضح حکم دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے معترض صاحب کا اس طرح کہنا غلط فی الدین ہے کہ قرآن و حدیث کے احکام کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی حرکت کر رہا ہے۔

علمائے دیوبند کے اقوال سے اعتراض کی تردید

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے سورۃ مائدہ کی آیت 101 یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْمُنَافَقَةُ بِهَا قَدْ تَسْأَلُونَ عَنْهَا وَقَدْ أُنْزِلَ فِيهَا بِهَا مَعْلُومَاتٌ خَلْفَ مَا أُنْزِلَ فِيهَا لَعَلَّكُمْ تُفْحَمُونَ کے متعلق فضول اور دور انداز کارسوالا مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہو گئی۔ اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا۔ عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے، اور اس آیت کے حاشیہ میں عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔ ”چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اسی طرح دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔ اصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ، یعنی نصوص شرعیہ میں نہ ان کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے“ (طریقہ مولود، صفحہ 12)

یہ مسلمہ قاعدہ بیان کر کے میلا دشریف کے متعلق لکھا ہے ”عمل مولود شریف بہ حیثیت و یتیم و مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعیہ سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ممنوع۔
توفی ذاتہ مباح ٹھہرا۔ (طریقہ مولود، مصنفہ، اشرف علی تھانوی، صفحہ 13)
اکابرین علماء دیوبند کے اقوال سے بھی معترض صاحب کے جھوٹ کی تصدیق ہو گئی۔

اکابرین علماء دیوبند کے اقوال سے بھی مغرض صاحب کے جھوٹ کی تصدیق ہو گئی۔

آخری حربہ اور بے سروپا اعتراض

لکھتا ہے کہ۔ ایک یمنی شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا جس نے سلام میں ”وبرکاتہ“ کے بعد ایک کلمہ بڑھایا تو اس کو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سلام ”وبرکاتہ“ کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی اس ”وبرکاتہ“ کے بعد کوئی لفظ بڑھانا نہیں چاہیے (صفحہ ۱۱) قارئین حضرات! موطا امام محمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

قارئین حضرات! موطا امام محمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ مبارک

قال ابن عباس- ان السلام انتهى الى البركة

(موطا امام محمد، صفحہ 383)

”حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ سلام، برکاتہ پر مکمل ہوتا ہے۔“

اب معترض صاحب بتائے کہ اس نے روایت کا ترجمہ لکھتے ہوئے (دیر کاٹنے کے بعد کوئی لفظ بڑھانا نہیں چاہیے) روایت کے کس حرف یا جملے کا ترجمہ لکھا ہے؟ کیونکہ معترض والے ترجمہ کے اس اضافے۔ دیر کاٹنے کے بعد کوئی لفظ بڑھانا ممنوع قرار پاتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ تم کو یہ اختیار کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوا کہ حدیث کے ترجمہ میں مداخلت ہے جا کر کے ممانعت کا مفہوم پیدا کر دیا؟ جب کہ یہ ممانعت کا مفہوم۔ اس مرفوع حدیث سے متضاد ہے۔ جو ابوداؤد شریف میں مروی ہے۔ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے سلام عرض کرتے ہوئے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرۃ۔ اس پر حضور نے فرمایا: فقال اربعون۔ قال ہکذا نکون الفضائل (ابوداؤد شریف، صفحہ 704، جلد دوم) اس شخص کو چالیس نیکیاں ملیں گی (یعنی دس نیکیاں)۔ السلام علیکم کہنے

کی، دس نیکیاں ورحمۃ اللہ کہنے کی۔ دس نیکیاں وبرکات کہنے کی اور دس نیکیاں ومغفرۃ کہنے کی) فرمایا کہ اسی طرح لفظ بڑھاتے جانے سے ثواب بڑھتا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد الفاظ بڑھانے پر اجر و ثواب بڑھنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور یہ صاحب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں تحریف کر کے وبرکاتہ کے بعد کوئی لفظ بڑھانے کی ممانعت کا مفہوم بنا رہا ہے۔ ایسے شخص کو جو دیدہ دلیری کے ساتھ خود حرام و حنین حرکت (تحریف حدیث) کا مرتکب ہے۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ میلاد مبارک کو ناجائز اور بدعت سید کہے؟

بفضلہ تعالیٰ ثم بفضل رسولہ الاعلیٰ ﷺ، معترض صاحب کے انعقاد محفل میلاد کے خلاف اعتراض کے مدلل، مفصل، مسکت جوابات مکمل ہوئے۔

فالحمد لله على ذالك والصلوة والسلام على حبيبہ سيدنا

محمد وآلہ واصحابہ و علماء امتہ اجمعين آمين

مولای صل وسلم دائما ابدا۔ علی حبیبک خیر الخلق کلہم

اعتراض نمبر 6: مولوی علی محمد صاحب نے فقیر کی تقریر پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”شر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تمام فیض محبوب مدینے والے کا ہے۔۔۔۔۔ آگے کہتا ہے کہ کوئی فلاں ہوگا۔ کوئی فلاں ہوگا۔ کوئی محبوب سبحانی لامکانی عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ہوگا۔ صفحہ 11۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے یہ الزام تراشا ہے۔ ”شر صاحب نے تو حضرت عبدالقادر جیلانی کو لامکانی کہہ کر۔ اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے۔۔۔۔۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی کو ”لامکانی“ کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔۔۔۔۔ یہ لامکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

جواب: سادات مسجد لاڈکانہ والی تقریر کی کیسٹ بحمد اللہ ہمارے پاس موجود ہے۔ جس میں مندرجہ بالا الفاظ بالکل نہیں ہیں۔ معترض صاحب کو جھوٹ بولنے میں کمال حاصل ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں حضرت پیران پیر علیہ الرحمۃ کے القاب اس طرح بیان کیے

ہیں۔ محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی۔ کوئی بھی شخص یہ کیسٹ سن کر تسلی کر سکتا ہے۔ مولوی صاحب نے مخالفت برائے مخالفت کے جوش میں محض الزام تراشی کے لئے۔ لفظ ”شہباز“ کو حذف کر کے سفلہ پن کا مظاہرہ کیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ:

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اعتراض کا پوسٹ مارٹم

معترض نے فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ ”لامکانی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے“ اس کا یہ دعویٰ ہی اس کے بے علم ہونے کی بین دلیل ہے۔ اس لئے کہ لامکانی اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ روح مخلوق اور لامکانی ہے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 465 ہجری اپنی تفسیر ”الطائف الاشارات“ میں لکھتے ہیں:

وفي الجملة الروح مخلوقة والحق اجري العادة بان يخلق

الحياة العبد مادام الروح في جسده (صفحہ 39، جلد رابع)

”یعنی مقصد یہ ہے کہ روح مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قانون یہ ہے کہ جب تک بندہ کے جسم میں روح ہے وہ حیات رہتا ہے۔ ثابت ہوا کہ روح مخلوق ہے۔ خالق نہیں ہے۔“

اب روح کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بآسراہ العزیز کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عالم ارواح ماورائے عالم جہات و ابعاد است چہ روح لا مکانی است در مکان نمی گنجد و روح را در ماورائے عرش اثبات نموده، تو دروہم نیندازد کہ روح از تو بعید است و مسافت دور دراز در میان تو و روح است۔ نہ چنین است، روح را نسبت با جمیع امکانہ باوجود لا مکانیت برابر است

ماورائے عرش گفتن معنی دیگو دارد تا بآ نجانرسی نتوانی دریافت (مکتوبات شریف، صفحہ 49، حصہ پنجم)

”عالم ارواح، عالم توجہات اور فاصلوں سے ماوراء ہے اس لئے کہ روح لامکانی ہے جو کہ مکان میں نہیں ساتی اور روح کا ماورائے عرش ثابت کرنا کہیں تجھ کو اس دہم میں نہ ڈالے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان دور دراز کی مسافت ہے۔ اس طرح نہیں ہے بلکہ روح کو لامکانی ہونے کے باوجود سب مکانات کے ساتھ یکساں نسبت ہے۔ روح کو ماوراء عرش کہنا دوسرے معنی رکھتا ہے جب تک تو وہاں نہ پہنچے گا سمجھ نہ سکے گا۔“

نیز ذرا آگے فرماتے ہیں:

چون روح لامکانی است و بصورت بے چونی و بے چگونگی مخلوق است لاجرم محل اشتباه مے گردد۔

(مکتوبات شریف، صفحہ 29، حصہ پنجم مکتوب نمبر 275)

”جب کہ روح لامکانی ہے اور بصورت بے چونی و بے چگونگی مخلوق ہے تو ضرور محل اشتباه بنتی ہے۔“

ثابت ہوا کہ روح مخلوق ہونے کے باوجود لامکانی ہے۔ لیکن مولوی صاحب غیر اللہ کو لامکانی کہنا۔ کفر قرار دیتا ہے۔

بسوخت عقل و حیرت کہ این چہ بوالعجبی است!

بقول معترض صاحب (معاذ اللہ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا فریاد ہے: ہرگز نہیں۔

مزید برآں یہ بھی دیکھیے کہ معترض کے پیرو مرشد تاج محمود امروٹی نے اپنے مرشد جنید وقت، حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بانی بھر چوئڈی شریف کے ملفوظات جمع کیے تھے، ان میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب نے فرمایا: جو درویش

عالم چہارم کی حقیقت سے بے خبر ہے اور اسے نہیں جانتا وہ سرے سے درویش ہے ہی نہیں۔ وہ غلط طور پر اپنے آپ کو درویش کہلا رہا ہے اور نہ ہی اسے فرقہ پہننے کا حق حاصل ہے۔ نیز ذرا آگے فرماتے ہیں: سالک عالم ملکوت سے گزر کر عالم روح میں پہنچتا ہے اور اس کے خصائص حیدہ کو طے کر لینے کے بعد، سالک عالم چہارم میں پہنچ جاتا ہے۔ اسے عالم لاہوت کہتے ہیں اور عالم لاہوت بے نشان ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اپنے آپ سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اسے لامکان کہتے ہیں۔ (ملفوظات شریف جام عرفان، صفحہ 100)

اس سے واضح ہوا کہ سالک سلوک کی منزلیں طے کر کے ”لامکان“ میں جا پہنچتا ہے۔ معترض صاحب بتائے کہ آیا اس کے دادا مرشد حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیر اللہ یعنی سالک کو ”لامکانی“ کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے؟ نیز پاک و ہند میں وہابیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔ ”ان انوار میں سے ہر ایک کو اپنی قوت خیالیہ سے اس قدر وسیع کرے کہ تمام جہاں کا احاطہ کر کے قید مکان سے فضائے ”لامکان“ کی طرف تجاوز کرے“ (صراط مستقیم صفحہ 125)

تھوڑا آگے چل کر لکھتا ہے۔ ”دوسرا دائرہ ولایت قلبی کا ہے جس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس دائرے میں اقربیت کا مراقبہ کرنا ہوتا ہے اور اس دائرے میں دل کے نیچے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے اور تمام دل آفتاب کی مانند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی چاروں طرفوں اور اس کی ہر جگہ سے نور چمکتے ہیں اور جو انوار اس کی ہر جہت سے پیدا ہوتے ہیں دائرہ اول کی مانند موجودات ممکنہ سے تجاوز کر کے لامکان کی حد تک پہنچ کر غیر متناہی ہو جاتے ہیں۔ (صراط مستقیم، صفحہ 138)

اس خدشہ کے پیش نظر کہ معترض صاحب اپنے مرض وہابیت کی وجہ سے شاید حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ باسراہ العزیز کے ارشاد مبارک کو تسلیم نہ کرے۔

امروٹی صاحب اور امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کے حوالوں سے اس کی تردید ضروری سمجھی گئی۔ جو اس نے فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے کی کہ ”شر صاحب نے تو حضرت

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لامکانی کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے سیدنا عبدالقادر جیلانی کو لامکانی کہنا کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ لامکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ حالانکہ میں نے غوث الاعظم کو لامکانی نہیں کہا تھا بلکہ شہباز لامکانی کہا تھا۔

مجہد تعالیٰ مندرجہ بالا حوالہ جات سے مولوی علی محمد کی یہ بات بھی غلط ثابت ہوگئی کہ۔ یہ لامکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور اس کی یہ غلط بیانی اور بددیانتی بھی ظاہر ہوگئی کہ شر صاحب نے تو حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو لامکانی کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے۔

لامکان لہ اور لامکانی میں فرق

تمام کتب عقائد میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں یوں لکھا ہے:

لا یتممکن فی مکان ولا یجری علیہ زمان

اللہ تعالیٰ کسی بھی مکان میں متمکن نہیں ہے نہ وہ زمانہ کے تغیر سے متغیر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے لئے ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہے۔ اس کی تشریح اور توضیح میں شارحین نے لکھا ہے ”ای لامکان لہ“ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان نہیں ہے۔ مگر کسی بھی عالم نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں صفت ”لامکانی“ شمار نہیں کی۔ اس لئے کہ وصف ”لامکان لہ“ اور ”لامکانی“ ہونے میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے۔

”لامکان لہ“ اور لامکانی“ میں تعینات کی نفی ہے اور تعینات کی نفی کے اس فرق کو ایسا کوڑھ مغز کیونکر سمجھ سکتا ہے جسے ”ارشاد الصوفی“ اور ”نحو میر“ پڑھانے کی قابلیت بھی حاصل نہ ہو؟ اسی فرق کو نہ سمجھ سکے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت ”لامکانی“ کہہ کر دراصل مخصوص تعینات کی نفی سے اللہ تعالیٰ کو عالم میں نہ داخل سمجھتا ہے نہ خارج۔ یہ عقیدہ لادینی اور الحاد پر مبنی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو منزه اور مبرا سمجھنا ضروری ہے۔

لقب شہباز لامکانی کا مطلب

شہباز لامکانی حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسراہ العزیز کا لقب ہے۔ جس کے معنی ہیں بڑا باز۔ یہ سب پرندوں سے زیادہ طاقتور اور پرواز میں تیز اور بلند ہے۔ حضور پر نور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسراہ العزیز بھی خدا واد مقام ولایت و قوت تصرف میں دوسرے اولیاء سے برتر و قوی تر ہیں اور آپ کی روحانیت موجودات ممکنہ کے قید سے گزر کر مقام روح کے لامکانی حدود میں محو پرواز ہے چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

انا البازی اشہب کل شیخ فمن ذا فی الرجال اعطی مثالی
”جس طرح باز اشہب (سیاہ و سفید پروں والا باز) تمام پرندوں پر غالب ہے اسی طرح میں تمام مشائخ پر روحانی پرواز میں غالب ہوں۔ بناؤ مردان خدا میں سے کون ہے جس کو میرے جیسا مرتبہ عطا کیا گیا؟“

پس حضور غوث اعظم قدس سرہ کو شہباز لامکانی کہنے کا مطلب بھی یہی ہے حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسراہ العزیز کا یہ ارشاد کہ روح مخلوق ہے۔ لامکانی ہے، نقل کیا جا چکا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ مقترض کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ”لامکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے“ اور اس کا یہ لکھنا کہ شر صاحب نے تو حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو ”لامکانی“ کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ قطعاً باطل اور غلط ہے اور جھوٹا بہتان بھی کہ میں نے اپنی تقریر میں سیدنا غوث اعظم کو ”لامکانی“ نہیں کہا۔ ”شہباز لامکانی“ کہا تھا۔

مقترض کے مزید اعتراضات

موضوع سے ہٹ کر لکھتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسی باتیں کرتے ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آپ ”نور من نور اللہ“ ہیں۔ اور آپ رزق

تقسیم کرتے ہیں، اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام یا حرام کردہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔ (صفحہ 13)

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کو حق کی مخالفت اور شان رسالت میں تنقیص و توہین کی پاداش میں علم و فہم قرآن و حدیث سے محروم کر دیا گیا ہے کہ خود قرآن و حدیث کے ارشادات کا انکار کرتا ہے اور ان اہرام مسلمانوں پر لگاتا ہے کہ (۱) وہ رسول اللہ ﷺ کو نور من نور اللہ مان کر (۲) رزق کا تقسیم کرنے والا جان کر اور (۳) اشیاء کو حلال و حرام کرنے والا کہہ کر قرآن کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تینوں امور قرآن و حدیث سے بالبداهت ثابت ہیں۔ مگر کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتے ہیں! یہ بات خلاف واقعہ اور جھوٹی ہے۔

قرآن و حدیث کا منکر و مخالف خود معترض ہے

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿۱﴾ (مائدہ)

تفسیر جلالین: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ۔ ہوا النبی ﷺ و کتاب قرآن مبین تفسیر روح البیان، جلد نمبر 2، صفحہ 329 طبع بیروت۔ تفسیر ابن جریر، جلد 4، صفحہ 160، طبع بیروت۔ تفسیر مظہری جلد 3، صفحہ 68۔ تفسیر موضح القرآن، صفحہ 102 میں یہی مضمون ہے۔ نیز تفسیر وحیدی۔ از وحید الزمان غیر مقلد میں ہے۔

قِيلَ الْمُرَادُ بِالْأَوَّلِ هُوَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وبالطَّائِفِ الْقُرْآنُ

یعنی پہلے لفظ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور تفسیر ثنائی۔ ثناء اللہ غیر مقلد میں بھی اسی طرح رقم ہے "ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو نور کہا گیا ہے۔

حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں فرمائیے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے کیا بنایا؟ فرمایا: بنا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ (الحدیث) اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں اس کو روایت فرمایا اور حضرت امام قسطلانی شارح بخاری نے مواہب اللدنیہ میں اور امام ابن حجر مکی نے فضل القرئی اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب اور علامہ دیار بکری نے غیث اور شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں اس حدیث سے استناد فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے علماء کرام و محدثین نے اس کو اپنی تصنیفات میں نقل فرمایا نیز معترض کے مدوح اشرف علی تھانوی نے بھی اس حدیث کو "نشر الطیب" میں لکھا ہے۔ اور اس سے سند پکڑی ہے تو بے شک اور باشبہ اس حدیث میں خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود کو من نور فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ آپ نور من نور اللہ ہیں۔ یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ من تبعی نہیں بلکہ شرافت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے نفخت فیہ من روحی یا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے روح منہ وارد ہوا ہے۔ فقیر کی اس بحث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو نور من نور اللہ کہنے والے ماننے والے قرآن و حدیث کو تسلیم کرنے والے ہیں۔ سچے مومن ہیں۔ معترض صاحب ہمیں بتائیے کہ وہ اپنے ہم مسلک نجدی وہابیوں کے لئے کیا فتویٰ دیتا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کو نور کہنا قرآن مجید کے خلاف ہے تو کیا کانگریسی مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی کو نور من نور اللہ کہنا قرآن کے مطابق ہے؟ لکھتے ہیں:

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے۔

(خدام الدین، 24، مئی، 1962، صفحہ 10)

خلیل احمد ایٹھوئی دیوبندی کے لئے لکھتے ہیں:

مولانا خلیل احمد صاحب تو نور ہی نور ہیں ان میں نور کے سوا کچھ نہیں۔

(خدا مالدین 24 محرم، 1403 مطابق 12 نومبر 1982، صفحہ 8)

محمود الحسن دیوبندی کے لئے لکھتے ہیں:

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ایک نور تھے (شیخ الاسلام نمبر مطبوعہ دیوبند، صفحہ 20، جلد 1)

معارض صاحب سے کوئی پوچھے، احمد علی لاہوری، خلیل احمد ایٹھوی اور محمود الحسن دیوبندی کو نور من نور اللہ کہنا، خالص نور، نور ہی نور ماننا قرآن مجید کے مطابق اور سچ ہے؟

گرا من نہ ترسی، ہنس از خدائے

مولوی علی محمد صاحب نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ رزق تقسیم کرتے ہیں، قرآن کے خلاف ہیں۔

جواب: فقیر عبد الرحیم سکندری اس بات سے حیران ہے کہ تعلیمات قرآن وحدیث سے اس قدر سبے خبر شخص کو فارغ التحصیل ہونے کی سند کیونکر مل گئی اور دستار فضیلت کس نے باندھ دی؟

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل چھچھوند کے سر میں چنبیلی کا تیل !!!
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا تَنْقُضُوا إِلَّا أَنْ آخِذْتُمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ مِنْ فَضْلِهِ (توبہ: 74)

”اور انہیں کیا برا لگا یہی ناکہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غنی کرنے اور فضل کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی اور اپنے رسول کی طرف بھی، معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ غنی کرتے ہیں اور فضل فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ

مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ لَمُهْتَدُونَ (توبہ)

”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے

ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بھی

ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے۔“

اس آیت میں بھی فضل و عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی فرمائی گئی ہے مگر منکر معترض اور دیگر بد بخت نجدی وہابی حضور ﷺ کے فضل و عطا پر عقیدہ نہیں رکھتے اور راضی نہیں ہوتے ان کو چاہیے کہ اپنی قرآن فہمی کا ماتم کریں۔ مسلمانوں کو مشرک نہ ٹھہرائیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں:

وانی قد اعطيت مفاتيح خزائن الارض

(صحیح بخاری، جلد اول صفحہ 508 اور صحیح مسلم جلد دوم صفحہ 250)

”اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کھجیاں عطا فرمادی گئیں“ نیز

فرمایا۔ فانی انا ابو القاسم اقسام بینکم (صحیح مسلم جلد دوم، صفحہ 206)

پس بلاشبہ میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، ونیز فرمایا:

ما اعطیکم ولا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت

(صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ 439)

میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ عطا فرماتا ہوں اور نہ ذاتی طور پر تم سے کچھ روکتا ہوں میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہاں دیتا ہوں جدھر حکم ہوتا ہے ارشادات سرکارِ دو عالم ﷺ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے بہ عطاء الہی حضور ﷺ کے پاس ہیں۔ حضور کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔ تمام مخلوقات کو رزق نعمتیں مل رہی ہیں۔ باذن الہی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے تقسیم ہو کر مل رہی ہیں۔

بے ان کے واسطے کہ خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصیر کی ہے معترض بتائے کہ وہ خود قرآن وحدیث کے واضح ارشادات کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جھٹلاتا ہے۔ اللہ و رسول کے کلام برحق کو رد کرتا ہے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات پر ایمان

رکھنے والے، اللہ و رسول کے کلام برحق کو برحق سمجھنے والے مسلمانوں کو قرآن کے مخالف بتاتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ ورنہ کوئی صاحب ایمان یہ جسارت نہیں کر سکتا۔

مسلمانوں پر بہتان

لکھتا ہے: کچھ لوگ (یعنی مسلمانان اہل سنت و جماعت) حضرت ﷺ کے حق میں کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔ مسلمانان اہل سنت پر معترض کا یہ ہدیائی بہتان ہے۔

گوئی مسلمان یہ تصور تک نہیں کر سکتا کہ حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام یا حرام کردہ اشیاء کو حلال کرتے ہیں۔ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر یقین کامل رکھتا ہے۔

أَلَمْ يَنْ يَتَّبِعُوا رَسُولَ النَّبِيِّ الْأَمْرِ الَّذِي يَحْدُثُ مِنْهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ
فِي السُّورَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
يُجِزُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَإِذَا زَيْنَ أَمْسُوا بِهِمْ وَعَرَأُوا لَهُمْ تَقَاصُّوا
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوا النَّبِيَّ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّبِعُونَ ﴿١٦٠﴾ (اعراف)

”وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جیسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اسی کے ساتھ اترا، وہی بامراد ہوئے۔“

تاہم اگر مولوی صاحب کے پاس اس کے اس بہتان کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود ہے تو

پیش کرے، ورنہ اپنے جھوٹ اور بہتان طرازی کا اقرار و توبہ نامہ شائع کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دے۔

الزام تراشی

علماء اہل سنت و جماعت کو ”جٹ“ یعنی بے وقوف کہہ کر یوں الزام تراشی کرتا ہے: بعضے ان جانوں میں سے بزرگوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کو حد سے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں ”شہنشاہ بھٹائی“ وغیرہ..... شہنشاہ اللہ کے سوا کسی اور کو کہنا قرآن کے خلاف ہے اور پھر کوئی ”مست قلندر“ کے نعرے لگواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”کہو“ قادر قلندر مست“ ان کو عالم کہلاتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ صفحہ 14۔ علماء اہل سنت و جماعت کو ”جٹ“ یعنی بے وقوف قرار دینے والا علم و فہم سے کورا ہے قرآن و حدیث کے معانی و مفاہیم کو سمجھتا خود نہیں مگر جٹ بے وقوف دوسروں کو ٹھہراتا ہے۔ اس کے علاوہ علماء اہل سنت پر من گھڑت جعلی الزامات گھڑ کر ان کو بے شرم ہونے کا طعن بھی دیتا ہے فقیر اس کی جاہلانہ و فریب کارانہ الزام تراشی کی تردید میں بالاختصار مسئلہ کی صحیح صورت واضح کر دیتا ہے تاکہ مسلمان مسئلہ کو سمجھ لیں۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ایک لفظ، جب مختلف ذوات (ہستیوں) کے لئے استعمال ہو تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس کا معنی ایک ہی ہو، بلکہ بعض دفعہ ”محل“ بدلنے سے معنی میں بھی فرق آ جاتا ہے اور ایک ہی لفظ کے معنی نسبت بدل جانے سے بدل جاتے ہیں اس کے علاوہ صفات ذاتی و عطائی کے لحاظ سے بھی معنی و احکام بدل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق مستقل ہیں۔ مخلوق کی صفات عطائی غیر واجب، ممکن حادث مخلوق غیر مستقل ہیں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لئے عطاء الہی ماننا کبھی شرک نہیں ہو سکتا۔ عطائی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا سے نہیں۔

مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ یہاں ”رب“ سے مراد ”اللہ تعالیٰ“ ہے۔ قال رب

السجن احب الي مما يدعونني اليه (پارہ 12، ع 14) یوسف علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے۔ اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں یہاں بھی ”رب“ سے مراد ”اللہ“ ہے۔

مگر نیچے والی آیت میں ”رب“ سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں۔ یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَعُونَايَ^۱ (یوسف: 23)

”یوسف نے زلیخا سے کہا اللہ کی پناہ تو میرا رب (یعنی پرورش کرنے والا) ہے۔

اس نے (عزیز مہر نے) مجھے اچھی طرح رکھا۔“

یہاں رب سے مراد پرورش کنندہ عزیز مہر ہے۔

اسی طرح ”عبد“ کی حقیقی معنی عبادت کرنے والا ہے مگر عبد کی نسبت جب مجازاً غیر اللہ کی طرف کی جائے تو بمعنی غلام، محکوم، خادم ہوگا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا:

أَنْ عَمِدْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ^۲ (الشعراء)

”کہ تو نے غلام بنائے رکھے ہیں بنی اسرائیل۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

مَلِكِ النَّاسِ^۳ (الناس)

”سب لوگوں کا بادشاہ۔“

اور انسانوں کے لئے ہے۔

إِنَّ الْبُتْلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا^۴ (النمل: 34)

”بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔ اے جاہ کر دیتے ہیں۔“

ثابت ہوا ملک (بادشاہ) کی نسبت حقیقی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور ملک

(بادشاہ) کی نسبت غیر اللہ (انسان) کے لئے مجازی ہے اسی طرح جب لفظ شہنشاہ حقیقی معنی میں مستعمل ہوگا تو معنی ہوگا۔ يَا حَكِيمَ الْحَكِيمِينَ، وہ اللہ تعالیٰ ہے اور لفظ شہنشاہ غیر اللہ

(انسانوں) کے لئے بمعنی سلطان عظیم السلطنت مجازی ہے کہ ملک الملوک اور شہنشاہ ہم معنی ہیں۔ مخلوق کے لئے مجازاً ملک الملوک یعنی شہنشاہ کہہ سکتے ہیں۔ کوڑھ مغز کے کہنے کے مطابق، قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی شرک ہے بلکہ ایسا کہنے والا مخالف قرآن و حدیث ہے کیونکہ عرف اور محاورہ میں لفظ شہنشاہ صد ہا سال سے محققین علماء کرام اور بادشاہوں کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ ثبوت دیکھو۔ علامہ امام اجل علماء الدین ابو العلا الشی ناصحی رحمہ اللہ کا لقب: ”شاہان شہ“ ملک الملوک تھا۔ متاخرین علماء کرام نے ان کے فتاویٰ نقل کرتے ہوئے۔ ان کو شاہان شہ، ملک الملوک کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

(۱) علامہ امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی الفاخر بن عبد الرشید کرمانی فرماتے ہیں:

(الف) قال الامام القاضي ملک الملوک ابو العلا الناصحی

البح (جواہر الفتاویٰ کتاب الاجارۃ باب سادس)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

(ب) قال القاضي الامام ملک الملوک ابو العلا الناصحی

البح (کتاب القضاء)

(۲) علامہ خیر الدین ربی فتاویٰ نوازل سے نقل فرماتے لکھتے ہیں:

(ج) قال سنل ملک الملوک ابو العلا فیما سنل اجر داراً

(فتاویٰ خیریہ)

اس کے علاوہ دیگر مستند علماء کے حوالے بھی پیش کیے جاسکتے ہیں جنہوں نے شہنشاہ اور ملک الملوک کے القاب علماء، بادشاہ اور درویشوں کے لئے استعمال کیے ہیں۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اس پر اکتفا کی جاتی ہے۔

رہا معاملہ۔ قادر قلندر مست، کے نعرے لگانے والوں کا تو چونکہ وہ جہاں بھی

معرض کی برادری سے اسی کے ہم جنس ہیں۔ لہذا وہ جائیں اور معترض صاحب جانے۔

ایسے لوگوں سے علماء اہل سنت و جماعت کا کیا واسطہ؟

اعتراض نمبر 7: فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے شر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اس آیت یا ایہا النبی انا ارسلناک کا ترجمہ کیا ہے۔ ”اے غیب کی خبریں بتانے والے“ کیا کہا جائے علم ہو تو کہا جائے اندھوں کے آگے رونا آنکھوں کا زیاں ہے۔ اب آؤ کہ تفسیر اور لغت کے کتاب دیکھیں ان کے موجب شر صاحب صرف لافیں مارتا ہے۔ اس کا کیا ہوا ترجمہ غلط ہے۔ (صفحہ 14)

جواب: دوران تقریر میں نے کہا تھا کہ ”وہابیوں نے قرآن مجید کے ترجمے غلط لکھے ہیں۔ مثلاً انہوں نے ”یا ایہا النبی“ کے معنی لکھے ہیں ”اے نبی“ یہ کوئی معنی تو نہ ہوئے کہ ”یا“ کا معنی ”اے“ لکھ دیا۔ مگر ”نبی“ کے معنی ”نبی“ ہی لکھ دیئے، یہ معنی تو نہ ہوئے۔ یہ اس لئے کہ اگر وہ ”نبی“ کے اصل معنی لکھتے ہیں تو ان کے عقیدہ وہابیت کی تردید ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی محمد شفیع دیوبندی، تاج محمود امروٹی، حیدر آباد کے عبدالرزاق وغیرہم نے یا ایہا النبی کے معنی ”اے نبی“ غلط لکھے ہیں۔ لفظ نبی کے معنی ہیں ”غیب کی خبریں دینے والا“ اس لئے علماء اہل سنت و جماعت نے ”یا ایہا النبی“ کا ترجمہ لکھا ہے ”اے غیب کی خبریں دینے والے“ اس پر مولوی صاحب نے بھڑک کر یہ اعتراض کر دیا کہ۔ شر صاحب صرف لافیں مار رہا ہے اس کا بتایا ہوا ترجمہ غلط ہے۔ پھر اپنے اعتراض کی تائید میں لغت کی چار کتابوں میں سے لفظ نبی کے معنی نقل کیے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ”النبی“ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔

(مصابح اللغات صفحہ 835)

(۲) ”النبی“ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا (المعجم الاعظم صفحہ 2818)

(۳) ”النبی“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔

(منہج عربی اردو، صفحہ 1244)

(۴) ”النبی“ المخبر عن الغیب او المستقبل بالالهام من اللہ

(منہج عربی صفحہ 847)

ان چاروں حوالوں سے معترض صاحب کے اعتراض اور دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس میرے بیان کردہ معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ معترض جھوٹا ہے اور مفتی عبدالرحیم سکندری سچا ہے۔ تو پھر معترض نے اعتراض کیوں کیا؟ اس نے یہ اعتراض بدینتی کی بنا پر اپنے بڑوں کی تقلید میں اہل سنت و جماعت کے بارے میں یہ غلط تاثر پھیلانے کی خاطر کیا کہ (معاذ اللہ) علماء و مسلمانان اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ذاتی مانتے ہیں جب کہ کوئی مسلمان اس کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

فقیر معترض صاحب کے اس بارے میں مختلف اعتراضات کے جوابات علیحدہ علیحدہ دینے کے بجائے ایک ایسا جامع و مانع مسکت جواب مختصراً لکھ رہا ہے۔ جس سے نہ صرف وہابیہ کے تمام معاندانہ و گمراہ کن اعتراضات و سوالات ہباء منثورا ہو جائیں گے۔ بلکہ بحر ظلمات میں اچھلتا کودتا ان کا بیڑا ہی غرق ہو کر رہ جائے گا۔ وھوھذا بتوفیق اللہ عزوجل علم غیب کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

تمام علماء حق کی تصریحات جلیلہ کے مطابق امام اہل سنت، شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدسنا اللہ باسراہ العزیز فرماتے ہیں۔ ”علم ذاتی اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، اس کا غیر کے لئے ہونا محال ہے۔ جو کوئی اس ذاتی علم میں سے کوئی بھی چیز اگر چہ وہ ایک ذرہ سے بھی کم سے کم ہو غیر خدا کے لئے مانے گا تو وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔“

(خالص الاعتقاد، صفحہ 14)

نیز فرمایا ”معلومات الہی کے لئے کسی مخلوق کا بالتفصیل تمام محیط ہونا شریعت میں بھی محال ہے تو عقل میں بھی۔ بلکہ اگر تمام جہان والوں کے اولین و آخرین سب کے تمام علوم کو جمع کیا جائے تو ان کے علوم کو علم الہی سے اتنی نسبت بھی نہ ہوگی جتنی ایک قطرے کے دس لاکھ حصوں کے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں کے ساتھ۔“ (خالص الاعتقاد، صفحہ 15)

ناظرین! نجد یہ وہابیہ کے اس الزام کے رد میں کہ ”اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”عالم باکان و ما یكون“ مان کر حضور کے علم کو اللہ کے علم کے مساوی ٹھہراتے

ہیں لہذا شرک ہیں۔ یہ وضاحت کافی ہے کہ نجد یہ وہابیہ کا اس طرح کہنا ان کی قرآن و حدیث کے علم و فہم سے جہالت کی کھلی دلیل ہے کہ یہ خالق و مخلوق کی صفات میں فرق و امتیاز ہی سے لاعلم و بے خبر ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصہ کو در سندر سے ہے کہ یہ نسبت تمنا ہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر تنہا ہی ہے تنہا ہی کو غیر تنہا ہی سے کیا نسبت؟ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ 43)

علم غیب کے متعلق عقیدہ و علم غیب کے مراتب کا بیان

امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی فرماتے ہیں ”علم غیب کی تین صورتیں ہیں۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں:

- (۱) اللہ عز و جل عالم بالذات ہے اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔
- (۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیب کا علم دیا۔
- (۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

قسم دوم (۱) اولیاء کرام کو بھی بالواسطہ انبیاء کرام، کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدامہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

قسم سوم (۱) حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے تشابہات کا علم دیا گیا۔

(خالص الاعتقاد، صفحہ 5)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں۔ ”بصیرت کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ علم الہی ذاتی، مخلوق کا علم عطائی، وہ واجب، یہ ممکن، وہ قدیم، یہ حادث، وہ نامخلوق، یہ مخلوق، وہ لاحدود، یہ محدود، وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفناء، وہ ممتنع التغير، یہ ممکن المتبدل۔ اتنے فرق ہوتے بھی شرک کا احتمال کسی پاگل، مجنون اور بے عقل کو ہی ہو سکتا ہے۔“ (الدولۃ المکیۃ)

علم غیب کے منکر کے دعویٰ کے دلائل کے بارے میں ضروری تنبیہ جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرما دیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا مجھے کیا معلوم، وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو، وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو، ورنہ کل صفات الہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ (ازاحۃ الغیب، صفحہ 4)

استاذی و استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث

مفتی محمد صاحب داد خان نور اللہ مرقدہ کا ارشاد

(الف) ایک علم غیب ذاتی و استقلال ہے یعنی جو کسی دوسرے کے بتائے بغیر معلوم ہو۔

(ب) دوسری قسم، علم غیب عطائی اور وہی ہے یعنی دوسرے کے بتائے سے معلوم ہو۔

قسم اول خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ مخلوق کے لئے علم غیب ذاتی واستقلالی ماننا صریحاً کفر ہے۔ قرآن شریف کی جن آیات میں مخلوق کے لئے علم غیب کی نفی کی گئی ہے ان میں علم غیب ذاتی کی نفی مراد ہے۔ دوسری قسم کے علم غیب عطائی کی نفی مراد نہیں ہے۔ وہابی خواہ خواہ حق کو چھپانے کے لئے ان آیات کی آڑ میں علم غیب عطائی کی نفی مراد لیتے ہیں۔

یہ بصیرت راہبنا شد در حق و باطل تمیز

کو ریک داند عصائے سحر و اعجاز کلیم

”حالانکہ علم غیب عطائی انبیاء علیہم السلام کا معجزہ قرآن مجید سے ثابت ہے“

(الحق الصریح، صفحہ 274)

علم غیب عطائی کا ثبوت قرآن مجید سے

امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدسنا اللہ باسراہ العزیز فرماتے ہیں۔
”علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں (مخلوق کو) اطلاع حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ تَرْسُلِهِ مَنْ يُّشَاءُ (آل عمران: 179)

”اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! کہ تمہیں غیب کا علم دے، ہاں اپنے رسولوں سے جن کو چاہے۔“

نیز فرمایا

عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ

”غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ

رسولوں کو۔“ (جن)

یہاں فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ

اظہار غیب تو اولیا کرام پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے۔ بلکہ فرمایا فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا۔ اپنے علم غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن سے صاف ظاہر ہے۔ خزائن العرفان میں ہے

عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ

”غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر (یعنی اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ

منفرد ہے) (سورہ جن)، (خازن و بیضاوی وغیرہ)

کسی کو مسلط نہیں کرتا (یعنی اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے لہذا انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے۔ اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم، باعتبار کشف و انجلا اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں۔ ”معتزلہ“ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اولیاء کے لئے علوم کا قائل نہیں اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مرتبہ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتبہ رسولوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے (خزائن العرفان)

نجدی وہابی چونکہ خوارج الاصل ہیں انہی کے اصول کے مطابق ”قل لا اقول لكم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب اور عنده مفاتيح الغیب لا يعلمها الا هو اور ولو كنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسنی السوء“ آیات

مقدسہ پیش کر کے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں حضور کے لئے علم غیب عطائے الہی کو بھی شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہابیہ کا یہ انکار صریحاً قرآن وحدیث کا انکار ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث سے علم غیب بہ عطاء الہی سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ (آل عمران: 179)

”اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اسے عام لوگوں! تمہیں غیب کا علم دے، ہاں چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے“

تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء حبیب خدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور غیب کو علم آپ کا معجزہ ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے تفسیر جلالین میں ہے۔

والمعنى لا يمكن الله يجتبي اى بصطفى من رسله من يشاء فيطلع على غيبه

”اس کے معنی یہ ہیں کہ لیکن اللہ چن لیتا ہے۔ یعنی دوسرے رسولوں میں سے جسے چاہے پسند فرما لیتا ہے۔ تو اسے اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔“

اور تفسیر روح البیان صفحہ 132 جلد دوم مطبوعہ بیروت میں ہے

فان غيب الحقائق والاحوال لا ينكشف بلا واسطة الرسول
”بلاشبہ اللہ تعالیٰ رسول کے واسطہ (ذریعہ) کے بغیر حقائق اور احوال کا غیب
مکشف نہیں کرتا۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ يَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء)

”اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے (امور دین و احکام شرع و علوم غیب)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے کہ تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ ممتاز کیا (خزان العرفان) اور تفسیر کبیر میں ہے۔

ای من الاحکام والغیب

”یعنی احکام اور غیب کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔“

نیز تفسیر مدارک التنزیل صفحہ 25 جلد اول میں ہے۔

یعنی من الاحکام والشرع وامور الدین وقیل علمک من
علم الغیب ما لم تکن تعلم وقیل معناه علمک من خفیات
الامور واطلعت علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال
المنافقین وکیدهم من امور الدین والشرائع او من خفیات
الامور وضمائر القلوب

”یعنی شریعت کے احکام اور امور دین کا علم عطا کیا اور یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ کہ تم کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھادیں جن کا تمہیں علم نہ تھا اور یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ تم کو پوشیدہ امور کا علم دے دیا اور دلوں کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا اور منافقوں کے احوال اور ان کے مکر و فریب بتا دئے، دین و شریعت کے امور سکھائے چھپے امور اور دلوں کے بھیدوں کا علم دے دیا۔“

اور تفسیر مظہری میں ہے۔

وعلمک العلوم بالاسرار والمغیبات

”آپ کو اسرار (پوشیدہ باتوں) اور مغیبات کے علوم عطا کر دیئے۔“

تفسیر کشاف صفحہ 563 جلد اول میں ہے۔

من خفیات الامور وضمائر القلوب او من امور الدین والشرائع
 ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھپے امور اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کا علم دے دیا۔ یا امور
 دین اور شریعت کے احکام سکھادیے۔“
 اور تفسیر حسینی فارسی صفحہ 124 میں ہے۔

آن علم ما کان وما یکون هست کہ حق سبحانہ در شب
 اسراء بر آن حضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراج
 هست کہ من در زیر عرش بودم قطره در حلق من ریختند
 فعلمت ما کان وما یکون

یہ علم ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق سبحانہ نے معراج کی رات میں حضور
 ﷺ کو عطا فرمایا چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے
 حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو مجھے تمام گزشتہ و آئندہ واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔
 نیز اللہ کا ارشاد ہے۔

أَلَمْ نَعْلَمْ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۖ

”رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان
 وما یکون کا بیان نہیں سکھایا۔“ (الرحمن)

انسان سے اس آیت میں سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں اور بیان سے ما
 کان وما یکون کا بیان کیونکہ نبی کریم ﷺ اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے۔
 (تفسیر خزائن العرفان)

تفسیر ”معالم القریل“ میں ہے۔

خلق الانسان ای محمد ا علیہ السلام علمہ البیان یعنی بیان
 ما کان وما یکون

”پیدا کیا انسان کو یعنی محمد علیہ السلام کو اس کو بیان سکھایا یعنی ما کان وما یکون کا

بیان“۔

اور تفسیر خازن میں ہے۔

قبیل اراد بالانسان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان
 یعنی بیان ما کان وما یکون لانه علیہ السلام نباء عن خبر
 الاولین و الآخیرین و عن يوم الدين

”علماء حق نے فرمایا: اللہ کی مراد انسان سے حضرت محمد ﷺ ہے۔ اس کو بیان
 سکھایا یعنی ما کان وما یکون کا بیان اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اولین و آخرین
 کی خبر دی ہے اور قیامت کے دن کی خبر دی ہے۔“

اور علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهذا لاينا في الآيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله
 وقوله لو كنت اعلم الغيب لا ستكثر من الخير فان المعنى
 علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله له فامر
 متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى

من رسول (تیسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض، صفحہ 150، جلد 3)

”یعنی حضور کا غیب پر مطلع ہونا ان آیات کے خلاف نہیں ہوتا جن میں کہا گیا ہے۔
 لا يعلم الغیب الا اللہ۔ کہ آیت میں علم غیر واسطہ کی نفی ہے لیکن باعلام اللہ غیب
 پر مطلع ہونا امر متحقق ہے۔ بقولہ تعالیٰ فلا يظهر على غيبه احدا الا من
 ارتضى من رسول۔“

علامہ ابن حجر محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فتاویٰ حدیثیہ میں صفحہ 268 پر لکھتے ہیں۔

وما ذكرناه في الآية صرح به النووي رحمه الله في فتاويه
 فقال معناها لا يعلم ذالك استقلالاً وعلم احاطة بكل

المعلومات الا الله

”یعنی ہم نے اس آیت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کی تصریح امام نووی علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر اور کل معلومات کا محیط علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا“ بھرا اللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ

نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا

حضرت امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ”النبوۃ“ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ان کے اسوردنیوی اور اخروی میں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاری ہوتے ہیں۔ اسے نبوت کہا جاتا ہے۔ اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کی خبر دیتا ہے۔ جن پر عقول سلیمہ مطمئن ہوتی ہیں اور نبی ہو سکتا ہے کہ فعلیل بمعنی فاعل سے ہو، چنانچہ فرمایا نبی عبادی“ (اے پیغمبر) میرے بندوں کو بتا دو۔ قل انبئکم“ (اے پیغمبر ان سے کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں؟ اور یہ بھی کہ فعلیل بمعنی مفعول سے ہو یعنی خبر دیا گیا کیوں کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے جیسے فرمایا۔ نبانی العلمیم النخبیر“ مجھے اس نے بتایا جو جاننے والا خبردار ہے۔“

(مفردات القرآن (اردو) امام راغب اصفہانی)

اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اس سے خدا سمجھے۔ آمین

اعتراض نمبر 8: معترض صاحب نے لکھا ہے کہ۔ شر صاحب نے میری لکھی ہوئی کتاب کے بارے میں کہا ہے کہ ساری کتاب کفر سے بھری ہوئی ہے اس میں سب عقیدے اسلام کے خلاف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ۔ آ۔ اگر تو سچا مرد میدان ہے تو۔ آ۔ میری کتاب کو اسلام کے خلاف ثابت کر دے تو پھر تو جیتا اور میں ہارا۔ (صفحہ 20)

جواب: سادات مسجد لاڑکانہ میں آغاز جلسہ سے قبل چند احباب نے مجھے مولوی علی محمد صاحب کا مؤلفہ رسالہ ”آئینہ اعتقاد“ دکھایا۔ اس کے صفحہ 37 پر میں نے یہ عنوان دیکھا۔ ”اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا۔“ چونکہ مولوی نے لفظ ”اس کو“ سے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جانب اشارہ کر کے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ

اللہ! کتاب و ایمان سے مطلقاً بے خبر لکھ کر شان رسالت میں گستاخی و بے ادبی اور تشقیص و توہین کا ارتکاب کیا ہے، جواز روئے اجماع امت کفر صریح ہے۔ اس لئے فقیر پر اس کی تردید لازم ہوگئی اور میں نے تردید کرتے ہوئے جو کچھ اپنی تقریر میں کہا وہ کیسٹ میں محفوظ ہے۔ اسے سن کر تسلی کی جاسکتی ہے۔ مولوی صاحب نے جس آیت مبارکہ کو نامکمل لکھ کر یہ مذموم حرکت کی ہے۔ فقیر اس آیت کا صحیح معنی و مفہوم درج ذیل کر رہا ہے تاکہ اس کی شرافت کا اندازہ اور شرارت کا ازالہ ہو جائے۔ مکمل آیت مبارکہ یہ ہے۔

وَ كَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

وَ لَا الْإِنشَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَ

إِنَّكَ لَنَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥١﴾ (الشوریٰ)

”اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی (اے سید عالم خاتم المرسلین ﷺ) ایک جانفزا چیز (یعنی قرآن پاک جو دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے) اپنے سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ ہاں ہم نے اسے (یعنی قرآن شریف کو) نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو“ یعنی دین اسلام۔ (تفسیر خزائن العرفان)

شان نزول: مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کا، آیت اقل سے تعلق ہے کہ اس آیت کا پہلا لفظ ”کذا لک“ اس پر دلالت کرتا ہے دونوں آیات ملا کر صحیح مفہوم واضح کرتی ہیں۔ پہلی آیت یہودیوں کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ کلام کرتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ کہتے ہیں اور نہ بالمشافہ کلام کرتے ہیں تو پھر ہم آپ پر ایمان کیوں لائیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو دیکھتے نہیں تھے اور نہ بالمشافہ کلام کرتے تھے۔ اس پر پہلی آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ کسی بھی انسان کے لئے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے

ساتھ بالمشافہ کلام کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) وحی کے ذریعہ یعنی کسی مضمون کو قلب میں ڈالا جائے۔ یہ بیداری اور نیند میں بصورت خواب ممکن ہے۔

(۲) من وراء حجاب۔ یعنی بیداری میں پس پردہ کوئی کلام سے۔

(۳) او یوسل رسولاً۔ یعنی کسی فرشتہ مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کو کلام دے کر بھیجا جائے وہ آکر رسول کو پڑھ کر سنائے۔ یہ عام طریقہ تھا جس کے ذریعہ مکمل قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کے بعد دوسری آیت ما کنت ندری کے شروع میں کذا لک او حین فرما کر اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ سے خطاب فرماتا ہے۔ کہ آپ کے ساتھ بھی کلام کرنے کی یہی تین صورتیں ہیں۔ ان دونوں آیتوں کا مضمون باہم مل کر یوں ہوا کہ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان سے بالمشافہ کلام نہیں کیا نہ ہی یہ ممکن ہے۔ البتہ اپنے مخصوص بندوں پر وحی بھیجتا ہے جس کی تین صورتیں پہلی آیت میں بیان ہوئیں دوسری آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اسی سنت الہی کے بموجب حضور اکرم ﷺ پر بھی وحی بھیجی گئی اور ان کو کتاب اور ایمان کی تفصیلات سے وحی کے ذریعہ سے واقف کیا گیا ہے۔ یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے کتاب اور ایمان کی تفصیلات کو انکل سے نہیں جانا ہے۔

ما کنت ندری کے متعلق مفسرین کی آراء

تمام علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی یا رسول کو شروع سے ہی ایمان پر پیدا فرماتا ہے ان کی فطرت کی بنیاد ہی ایمان پر رکھی ہوتی ہے یہ بعثت و نزول وحی سے پہلے ہی یکے مومن ہوتے ہیں۔

(۱) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقال جماعة معنی الایمان فی هذه الآية شرائع الایمان و معالمه ذكره الثعلبی و قيل تفاصيل هذا الشرع ای کنت

غافلا عن هذه التفاصيل (تفسیر قرطبی صفحہ 59، جلد 16)

”اس آیت میں ایمان نہ جاننے کے بارے میں جماعت علماء کا کہنا یہ ہے کہ علامات و احکام ایمان معلوم نہ تھے یہ بات امام شعبی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ اے نبی! آپ اس شریعت کی تفصیل جاننے سے بے توجہ تھے۔“

نیز لکھتے ہیں۔

وقال الحسين بن الفضل ای ما کنت ندری ما الکنت ولا اهل الایمان وهو باب حذف المضاف ای من الذی یؤمن! ابو طالب او العباس او غیرہما (صفحہ 59، جلد 16)

”حسین بن فضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان لانے والے کون ہیں۔ یہاں مضاف محذوف مانا جائے گا۔ یعنی کون ایمان لائے گا؟ ابو طالب یا عباس وغیرہما۔ مزید لکھتے ہیں:

قلت انه صلى الله عليه وسلم كان مومناً بالله عز وجل من حين نشأ النبي حين بلوغه (صفحہ 60، جلد 16)

”میں کہتا ہوں کہ بلا شک۔ نبی کریم ﷺ پیدائش سے لے کر بلوغ تک مومن باللہ تھے۔“

(۲) علامہ جمال الدین عبدالرحمن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد اشتهر فی الحديث عنه عليه السلام انه كان قبل النبوة يوحد الله ويبغض اللات والعزى ويحج ويعتمر ويتبع شريعة ابراهيم عليه السلام قال الامام احمد بن حنبل رحمه الله، من زعم ان النبي صلى الله عليه وسلم كان على دين قومه فهو

قول سوء اليس كان لا ياكل ما ذبح على النصب

(تفسير زاد المسیر، صفحہ 298، جلد 7)

”حضور اکرم ﷺ سے حدیث میں یہ بات شہرت پا چکی ہے کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ مانتے تھے اور لات و عزیٰ (بتوں) سے نفرت کرتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے اور عمرہ بھی کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے تھے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کے دین پر تھے وہ بری بات کہنے والا ہے کیا آپ کو پتہ نہیں کہ آپ بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کا گوشت ہرگز نہ کھاتے تھے؟“

(۳) علامہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وعطف ولا الايمان على ما الكتب وانما معناه الايمان الذي يدركه السمع لان لنا اشياء من الايمان لا تعلم الابالوحي اما توحيد الله وبرائه عن النقائص و معرفة صفاته العلى فجميع الانبياء عليهم الصلوة والسلام عالمون ذالك معصومون ان يقع منهم زلل في شئ من ذالك سابق لهم علم ذالك قبل

ان يوحى اليهم (تفسير بحر محيط، صفحہ 527، جلد 7)

”ولا الايمان کا، ما لکتاب، پر عطف ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایمان جس کا کانوں کے ذریعے ادراک ہو، ورنہ ہمارے لئے ایمان کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو وحی کے بغیر معلوم نہ ہو سکتی تھیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو، اور اس کے لئے نقائص سے پاک ہونے کو، اس کی اعلیٰ صفات کو، سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں اور وحی آنے سے پہلے ان کو جن چیزوں کا علم عطا شدہ ہوتا ہے اس میں اغترش واقع ہونے سے بھی معصوم (پاک) ہوتے ہیں۔“

نیز دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ومن طالع سير الانبياء من نشأتهم الى معيهم تحقق عنده

انهم معصومون من نقیصة موحدون لله منذ نشوا قال الله

تعالى في حق يحيى عليه السلام وآتيناہ الحكم صبیا

(تفسير بحر محيط، صفحہ 528، جلد 7)

”جس شخص نے بھی انبیاء علیہم السلام کی پیدائش سے لے کر بعثت تک کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اس کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہو گیا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام ہر نقص سے معصوم ہیں اور پیدائش موحدون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو اس کے بچپن ہی میں شریعت کی پہچان عطا کر دی۔“

(۲) علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(ما ندري ما لكتاب ولا الايمان) اى الايمان بتفاصيل ما في

تضايف الكتاب من الامور التي لا تهتدى اليها العقول لا

الايمان بما يستقل به العقل والنظر فان درايته عليه السلام له

مما لا ريب فيه قطعاً فان اهل الوصول اجتمعوا على ان

الرسول عليهم السلام كانوا مومنين قبل الوحي معصومين من

الكبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعثة

وبعدھا فضلاً عن الكفر (تفسير روح البیان، صفحہ 558، جلد 3)

”اس آیت میں ایمان کے نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ایمان کی تفصیلات کو نہ جانتے تھے۔ جن کی طرف عقل راہ نہیں پاسکتی۔ نفس ایمان کے جاننے کی نفی نہیں کی گئی ہے کہ وہ تو عقل اور سوج کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے۔ بے شک حضور ﷺ کی (کامل) درایت میں قطعاً شک و شبہ نہیں ہے خدا رسیدہ بزرگوں کا اس پر

اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام نزول وحی سے قبل بھی کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے اور بعد بھی ایسے صغائر سے بھی معصوم تھے جو لوگوں کی نفرت کا باعث بنیں۔ کفر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

(۵) شیخ المحقق مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

استشكلت الآية بان ظاهرها يستدعي عدم الاتصاف بالايمان قبل الوحى ولا يصح ذلك لان الانبياء عليهم السلام جميعاً قبل البعث مؤمنون لعصمتهم عن الكفر باجماع من يعند به واجيب بعدة اجوبة. الاول ان الايمان هناليس المراد به التصديق المجرد، بل مجموع التصديق والافرار والاعمال (تفسير روح المعاني، صفحہ 53، جلد 25)

”اس آیت سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ظاہری معنی بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نزول وحی سے پہلے مومن نہ تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ سارے انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن تھے ان کا کفر سے معصوم ہونا امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے علماء نے اس اشکال کے متعدد جواب دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آیت میں جس ایمان کے جانے کی نفی کی گئی ہے اس سے مجرد تصدیق مراد نہیں بلکہ یہاں وہ ایمان مراد ہے جو تصدیق، اقرار اور اعمال کا مجموعہ ہے۔“

اس کے آگے فرماتے ہیں:

ولذا عبر بتدري دون ان يقال لم تكن مومنأ وهو جواب حسن (روح المعاني، صفحہ 53، جلد 25)

”اس لئے آیت میں ”تدری“ کہہ کر درایت کی نفی کی گئی۔ لم تكن مومنأ نہ کہا گیا۔ کہ تو مومن نہ تھا۔ یہ جواب بہتر ہے۔“

واضح رہے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سب مفسرین کرام ہم زبان و یک زبان ہیں۔ علامہ امام فخر الدین رازی نے ”تفسیر کبیر“ میں اور جامعہ الازہر یونیورسٹی کے استاد علامہ محمد حسن المصطفیٰ نے ”تفسیر و بیان للمؤمنین“ میں۔ جدید دور کے محقق، دمشق یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر وہبہ الزحلی نے ”تفسیر المصیر“ میں الغرض سب علماء حق سلف و خلف نے اپنی تفسیر میں ملتے جلتے الفاظ و مفہوم میں بالاتفاق یہی کچھ لکھا ہے۔ جن میں سے بطور نمونہ چند تفسیر کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں سب کی عبارتیں نقل کرنا موجب طوالت و تحصیل حاصل ہے۔ مگر جہل مرکب میں گرفتار معترض صاحب بڑی بے باکی و بے خوفی کے ساتھ انتہائی گستاخی دے ادبی کے پیرایہ میں آیت مبارکہ کے اصل معنی و مفہوم سے ہٹ کر یہ غلط اور طردانہ دعویٰ کرتا ہے۔ ”اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا۔“ ”اس کو“ کا اشارہ اس انداز سے محبوب خدا سید الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی جانب کرنا اور بعثت سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایمان سے بے خبر لکھنا، بلا شک و شبہ شان رسالت میں صریحاً گستاخی و توہین ہے۔ جو باتفاق امت کفر و ارتداد ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

چونکہ اس موضوع پر فقیر مفصل مدلل ضروری بحث درج کر چکا ہے۔ لہذا اس موضوع کے سلسلہ میں معترض صاحب کے غیر ضروری ہفوات و اعتراضات کا جواب دینا فضول سمجھ کر۔ یہیں پر بس کر رہا ہے۔

کرامت کا انکار

دوران تقریر میں نے حضور ﷺ کے علم کی وسعت علمی کے بیان میں ضمناً حضرت مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت سنائی تھی۔ اس پر معترض صاحب نے اس کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”یہ جھوٹا قصہ ہے اگر تو سچا ہے تو اس کی سند پیش کر۔“

بغیر سند کے قبول نہیں ہے۔“ (صفحہ 24)

جواب: کسی واقعہ کی سند بیان کرنا ضروری نہیں ہوتا اور نہ ہی بغیر سند مذکورہ ہر بات کو جھوٹا کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ خود معترض صاحب جناب مولانا اللہ ذو الجہار تانی صاحب کے

جواب میں لکھتا ہے: واہ رے مولوی تیرا علم، پھر مشکوٰۃ شریف والے کو بڑا خان کہا جائے گا کہ اس نے بھی حدیث کا ذکر بغیر سند کے کیا ہے۔ (سیف حقانی صفحہ 2-3) میں بھی معترض صاحب کے اعتراض کا جواب، اسی کی تحریر کے مطابق دیتے ہوئے کہتا ہوں۔ واہ رے مولوی صاحب تیرا علم، یہ کون کہتا یا لکھتا ہے کہ بغیر سند کے بیان کردہ ہر بات جھوٹی ہوتی ہے۔

کرامت کا منکر۔ دل کا اندھا

علامہ عبد الوہاب بن تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا ینکرہ الا جاہل معاند من انواع الکرامات للعلماء
والصالحین..... ولا یعاند فیہ الامن طمس قلبہ والعیاذ باللہ

(طبقات، صفحہ 72، جلد 2)

”علماء و صالحین کی کرامات کا منکر، معاند جان بوجھ کر مخالفت کرنے والا ہوتا ہے۔ کرامت کی مخالفت کرنے والے کے دل کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دیتا ہے۔“

منکرین کرامات کے چہرے بے رونق اور بے نور ہوتے ہیں علامہ عز الدین بن عبد العزیز بن عبد السلام السبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مما یدلک علی صحة مذهب الفقراء کثرة کراماتهم وما
راينا احداً من الفقهاء وقع علی یدیه کرامة الامن سلک منها
جهنم ومن لم يؤمن بکراماتهم حرم برکتهم وقد شاهدنا کل
من انکر علی الفقراء من غیر دخول فی طریقهم بصیر علی
وجهه کابة و علامة علی الطرد والمقت لا تخفی علی ذی
بصيرة ولا ینفع اللہ بعلمہ احداً بخلاف اهل الاعتقاد فیهم

(انوار قدسیہ، صفحہ 46، جلد اول)

”طریقہ فقراء کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ ان سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا ہے

اس کے برعکس ہم نے کسی بھی ظاہری علم والے سے کوئی کرامت کبھی نہیں دیکھی البتہ جو ظاہری علم والا فقیروں کے طریقہ پر چلے گا تو اس سے کرامت ظاہر ہو سکتی ہے۔ جو کرامات فقراء کے منکرین، یہ ان کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔ ہم نے ایسے منکرین کو دیکھا ہے جو فقراء کے طریقے کو سمجھنے بغیر اعتراض کرتے رہتے ہیں، تو ان کے چہرے بے رونق اور بے نور ہوتے ہیں ان پر غضب خداوندی اور ان پر مردود ہونے کی نشانی لگی ہوتی ہے جو اہل بصیرت سے چھپی نہیں رہتی اور اللہ تعالیٰ ایسے علم والوں سے کسی کو نفع نہیں پہنچاتا۔ مگر فقراء سے عقیدت رکھنے والوں کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔“

کرامات اولیاء حق ہیں

کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے کہ۔ کرامات اولیاء حق (شرح عقائد صفحہ 144) صاحب نبراس نے لکھا ہے کہ کرامات اولیاء کا منکر معترلی ہے۔ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے ملاحظہ ہو۔ (نبراس صفحہ 47)

فقیر اب حضرت مخدوم پریالوی علیہ الرحمۃ کی اس کرامت کی سند پیش کر کے منکر کرامت کا مطالبہ بھی پورا کر دیتا ہے۔ جو میں نے اپنی تقریر میں بیان کی تھی تاکہ اس کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔

دہائیوں کے مشہور مولوی دین محمد دفائی نے ”تذکرہ مشاہیر سندھ“ جلد نمبر 3 کے صفحہ 3 اور 4 پر یہ کرامت مختصر الفاظ میں تحریر کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کرامت کو کتاب ”شرح سندھی خطبہ فارسی“ کے صفحہ 9 پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ دیوبندی مولوی شبیر احمد بھٹو ساکن موضع اراضلع خیر پور کی تالیف ہے اس کے مقدمہ میں حضرت مخدوم صاحب پریالوی علیہ الرحمۃ کی کرامات بیان کرتے ہوئے یہ کرامت بھی لکھی ہے۔ کرامت وہی ہے صرف الفاظ کا فرق ہے۔ اس بحث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ معترض صاحب بر صحت بات کو بگاڑ کر اپنی بڑائی جتانے کے شوق میں بدعتی کے ساتھ اس قسم کے فتوات اور گمراہ کن

اعتراضات کرنے کا عادی مجرم ہے۔ لیکن یہ اس کی انتہائی بدبختی ہے کہ اس کی ہر ایسی حرکت، اس کی بڑائی ظاہر کرنے کے بجائے اس کی ذلت و رسوائی کا باعث بن جاتی ہے

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

چونکہ علم غیب کی مکمل بحث بالتفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر کی جا چکی ہے اس لئے معترض صاحب کے اس موضوع پر دوبارہ اعتراضات کے جوابات لکھنے کی فقیر قطعاً ضرورت نہیں سمجھتا۔

اعتراض نمبر 9: سادات مسجد لاڑکانہ میں تقریر سے قبل معترض کی کتاب کا سرسری مطالعہ کرتے ہوئے جب محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں اس کا لکھا ہوا یہ فقرہ (وہ تو ان پڑھ تھا، صفحہ 36) نظر آیا تو میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس کے دماغ میں خناس گھسا ہوا ہے۔ دل میں سنڈاں بھرا ہے جیسی اس کی غلیظ زبان پر ہدیائی بکواس، اور گندے قلم سے ایمان سوز فقرات جاری ہیں۔ دوران تقریر اس کی تردید کرتے ہوئے میں نے کہا کہ مولوی علی محمد صاحب کو ”امی“ کے معنی ہی معلوم نہیں ہیں اور نہ ہی اسے ”ام القرئی“ کا پتہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ”امی“ ہونا آپ کا معجزہ ہے کہ آپ بے پڑھے ہی اولین و آخرین کے علم سے واقف تھے۔ اس پر وہ صاحب بھڑک اٹھا اس نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا: ”بیوقوف! ام القرئی“ کے لفظ کو ”امی“ سے کیا واسطہ؟ صفحہ 26 اور پھر صفحہ 26 سے صفحہ 28 تک لفظ ”ام“ کے معنی لغت سے لکھ کر بے سود کاغذ کا لے کیے ہیں۔

جواب: مولوی صاحب دیکھ لے ”امی“ کو ”ام القرئی“ سے یہ واسطہ ہے حضرت علامہ محمد بن یوسف اندلسی المعروف ابی حیان غرناطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وكونه امياً من جملة المعجزات وقيل نسبة الى ام القرئ
وهي مكة (تفسير بحر حیا، صفحہ 403، جلد 4)

”نبی کریم ﷺ کا امی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔“

بعض نے فرمایا کہ امی کی نسبت ام القرئی مکہ کی طرف کی گئی ہے یعنی مکہ والا۔

حضرت علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قيل نسبت النبي صلى الله عليه وسلم الى مكة ام القرئ

(تفسير قرطبی صفحہ 299، جلد 7)

”بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وصف امی ام القرئی مکہ شریف کی نسبت کی وجہ سے ہے۔“

علامہ محمد المہدی بن احمد القاسی شارح دلائل الخیرات رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قيل هو منسوب الى "ام القرئ" وهو مكة.

(مطالع المسرات، صفحہ 119)

”بعض کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ امی کے وصف سے ”ام القرئی“ مکہ کی طرف منسوب ہیں۔“

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

او الى "ام القرئ" لان اهلها كانوا كذا لك

(تفسير روح المعانی صفحہ 70، جلد 9)

”یا ”امی“ ام القرئی کی طرف منسوب ہے۔ کہ مکہ والے اسی طرح تھے کہ لکھتے پڑھتے نہ تھے۔“

یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ جس شخص کا مبلغ علم اس قدر محدود ہو کہ مشاہیر علماء امت کی تفاسیر قرآن، و شرح احادیث کے نام تک سے ناواقف ہو۔ وہ افاضل علماء اہل سنت و جماعت کو۔ بے وقوف کہہ کر ان کے منہ لگے، اپنی جہالت بھری شنی بگھارتے حق کو جھٹلائے اور ذرہ بھر نہ شرمائے اس کی مثال اور کیا دی جاسکتی ہے کہ جس طرح بخون دیوانہ اپنی دیوانگی سے بے خبر ہوتا ہے وہ سارے جہان کے فرزانوں کو دیوانہ اور خود کو سب سے زیادہ عقل مند اور فرزانہ سمجھتا ہے۔ اپنے دیوانہ پن کی حرکتوں اور باتوں کو درست سمجھ کر اچھلتا کودتا ہے۔ خوش ہوتا ہے وانشوروں غلغلہ کی صحیح و درست باتوں کو غلط اور نادرست

کہہ کر ان کا مذاق اڑاتا ہے۔ یہی حال اس نام نہاد استاد العلماء صاحب کا ہے کہ امی اور ام القریٰ کے معنی اور مفہوم اور واسطے سے جاہل اور نادانف تو خود ہے اور دوسرے علماء کو بے وقوف ٹھہراتا ہے اس کی اس حالت و جہالت پر جس قدر بھی افسوس و ماتم کیا جائے کم ہے۔

بزرگان دین کے ہاں امی کے معنی

میں نے دورانِ تقریر یہ بھی کہا تھا کہ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے کہ کسی ظاہری استاد سے بے پڑھے کائنات کے علوم کے عالم ہیں۔ اس بات پر مولوی علی محمد صاحب آپ سے باہر ہو کر لکھتا ہے:

”ان بزرگوں کے حوالے لکھ پھر دیکھا جائے گا۔“ (صفحہ 28)

جواب: واہ مولوی صاحب تیرے کیا کہنے! ایک طرف بزرگوں کے حوالے مانگنا، اور دوسری طرف یہ لکھنا کہ پھر دیکھا جائے گا۔ یعنی حوالے مل جانے پر بھی، پھر دیکھا جائے گا۔ یعنی ہداری کے بچہ جمہورے والی وہی ”رٹ“ میں نہ مانوں میں نہ مانوں۔ لگاؤ گے! تو پھر تمہیں حوالوں سے کیا فائدہ؟ جب تم قرآن و حدیث کے حوالے بھی نہیں مانتے۔ تو بزرگوں کے حوالے کیونکر مان لو گے؟ تاہم فقیر مسلمانانِ اہل سنت و جماعت کا ایمان تازہ کرنے کے لئے دو معتبر حوالے مزید درج کر دیتا ہے۔ کہ اس موضوع پر پہلے ہی کافی حوالے درج کیے جا چکے ہیں۔ زیادہ طوالت تحصیل حاصل ہے۔

علامہ محمد المہدی بن احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وامینہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف کمال فی حقہ بل ہی معجزة له دالة علی نبوتہ کفاک بالعلم فی الامی معجزة لانه مع کونه لا یقرا ولا یتکسب ویدارس ولم یتعلق ممن قرا و کتب ظہر منه العلوم والمعارف اللدنیة و معرفته بالاخبار الامم السابقة وشرائعہم واطلاعه علی علوم الاولین والاخرین و احکامہ لسیاسة الخلق علی تنوعہم واحاطتہ

بجميع مصالح الدین والدنیا وتخلقه بكل خلق حسن وانتصفه بكل کمال للخلق علی الاطلاق، واما امینہ فی کل علم و حکم و حکمة ما اعجز به جميع الخلق وظهر اختصاصه به لکافتهم فكان ذالک آية ظاهرة وحجة باهرة ودليلاً واضحاً من دلائل نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت امینہ کمالاً بیناً لاخفاء به والمقصود من القراءة والكتابة هو ما ینتج عنهما من العلم لانهما آلة و واسطة له غیر مقصودة فی نفسها فاذا حصلت الثمرة المطلوبة منهما استغنی عنهما

(مطالع المسرات، صفحہ 119)

”رسول اللہ ﷺ کا امی ہونا آپ کے حق میں وصف کمال ہے بلکہ یہ ایسا معجزہ ہے جو ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ صاحب قصیدہ بردہ نے فرمایا ہے کہ حضور کا امی ہونے کے باوجود عالم ہونا تیرے لئے ان کی نبوت پر دلیل کافی ہے اس لئے کہ آپ نے نہ پڑھنا نہ لکھا اور نہ درس لیا اور نہ کسی پڑھے لکھے سے کوئی تعلق رکھا اس کے باوجود آپ سے علوم و معارف لدنیہ ظاہر ہوئے اور گذشتہ امتوں کی خبروں اور شریعتوں کو جانتے تھے اور اولین و آخرین کے سارے علوم پر مطلع تھے اور ہر قسم کی مخلوق سے زندگی بسر کرنے کا ملقہ رکھتے تھے اور دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر انہیں کامل دسترس حاصل تھی اور جملہ مخلوق کے تمام اوصاف کمال و اخلاق حسنہ سے علی الاطلاق متصف اور متعلق تھے۔ آپ کا امی ہونا آپ کی نبوت کی روشن اور غالب دلائل اور ظاہری نشانات میں سے ایک نشانی ہے کہ جن علوم، فیصلوں اور حکمتوں کو سمجھانے سے دوسری ساری مخلوق عاجز ہے، ان تمام امور کو سمجھانے کی خصوصیت آپ کو حاصل ہے۔ لہذا آپ کا امی ہونے کا وصف آپ کا ایسا چمکا کمال ہے۔ جس میں کچھ پوشیدگی نہیں ہے دراصل پڑھنے لکھنے سے مقصد

بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ علم حاصل ہو؟۔ اس لئے کہ حصول علم کا ایک ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ پڑھنا لکھنا ہدایت خود مقصود نہیں ہوتا اور جب اس ذریعہ سے اصلی مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے آدی بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رازی علیہ الرحمۃ امی کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال اهل التحقيق وكونه اميا بهذا التفسير كان من جملة معجزاته وبيان من وجوه الاول. انه عليه الصلوة والسلام كان يقرأ عليهم كتاب الله تعالى منظوماً مرة بعد اخرى من غير تبديل الفاظه ولا تغيير كلماته والخطيب من العرب اذا ارتجل خطبة ثم اعادها فانه لا بد وان يزيد فيها وان ينقص عنها بالقليل والكثير. ثم انه عليه الصلوة والسلام مع انه ما كان يكتب وما كان يقرأ يتلوا كتابا من غير زيادة ولا نقصان ولا تغيير فكان ذلك من المعجزات واليه الاشارة بقوله تعالى (سنقرأك فلا تنسى) والثاني. انه لو كان يحسن الخط والقراءة لصار منهما في انه ربما طالع كتب الاولين فحصل هذه العلوم من تلك المطالعة فلما اتى بهذا القرآن العظيم المشتمل على العلوم الكثيرة من غير تعلم ولا مطالعة وكان ذلك من المعجزات وهذا هو المراد من قوله (وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لا رتاب المبطلون) الثالث. ان تعلم الخط شى سهل فان اقل الناس ذكاءً وفطنة يتعلمون الخط بادنئى سعى، فعدم تعلمه يدل على نقصان عظيم فى الفهم، ثم انه تعالى آتاه علوم الاولين والآخرة اعطاه من العلوم والحقائق ما لم يصل اليه احد من

البشر، مع تلك القوة العظيمة فى العقل والفهم جعله بحيث لم يتعلم الخط الذى يسهل تعلمه على اقل الخلق عقلاً وفهما فكان الجمع بين هاتين المتضادتين جاريماً معجری الجمع بين الضدين وذلك من الامور الخارقة للعادة وجار

معجری المعجزات (تفسیر کبیر، صفحہ 23، 24، 15)

”محققین کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا امی ہونا ان کے معجزات سے ہے۔ اس کی چند وجوہ سے تفسیر بیان کی جاتی ہے اول یہ کہ حضور ﷺ ان پر (یعنی لوگوں پر) بار بار ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اس طرح کہ نہ الفاظ تبدیل ہوتے تھے اور نہ کلمات سے تغیر واقع ہوتا تھا (اس کے برعکس) عرب میں سے کوئی خطیب جب ایک مرتبہ فی البدیہ خطبہ کہہ چکنا اور پھر اسی خطبہ کو دوسری بار دہرا کر کہتا تو ضرور اس میں تھوڑی یا زیادہ کمی بیشی کر جاتا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے باوجود کہ نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے۔ قرآن مجید کی کسی کمی بیشی اور تغیر کے بغیر تلاوت فرماتے پس یہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ فرمایا ”سنقرأك فلا تنسى“ اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔ اور دوم یہ کہ اگر حضور ﷺ اچھے لکھے پڑھے ہوتے تو آپ پر یہ تہمت لگتی کہ آپ نے شاید پہلے لوگوں کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور ان ہی کتابوں کے مطالعہ سے ان کو یہ علوم حاصل ہوئے ہیں۔ پس جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر تعلیم اور مطالعہ کے علوم کثیرہ پر مشتمل یہ قرآن عظیم لائے تو یہ آپ کے معجزات سے ایک معجزہ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول سے مراد بھی یہی ہے کہ فرمایا:

وَمَا كُنْتُمْ تَشْكُرُونَ مِنْ قَبْلِهِمْ مَنْ كُتِبَ وَلَا تَحْطُهُ بِمِثْرِكَ إِذَا لَا رَتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٠﴾ (عنکبوت)

”اور اس (قرآن کے نازل ہونے) سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا (یعنی آپ لکھے پڑھے ہوتے) تو باطل والے ضرور شک لاتے“ (یعنی اہل کتاب کہتے کہ ہماری کتابوں میں نبی آخر الزمان کی صفت یہ مذکور ہے کہ وہ امی ہوں گے۔ نہ لکھیں گے نہ پڑھیں گے مگر انہیں اس شک کا موقع ہی نہ ملا)۔“

”سوم یہ کہ لکھنا جاننا آسان چیز ہے کم فہم اور کم قابلیت والے آدمی بھی تھوڑی کوشش سے لکھنا سیکھ لیتے ہیں۔ مگر کسی کا لکھنا نہ جاننا اس کی فہم کے بڑے نقص پر دلالت کرتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے وہ علوم عطا فرمائے ہیں کہ کوئی بھی انسان ان تک پہنچ نہیں سکا اور آپ کے فہم اور عقل مبارک کی اتنی عظیم طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح پیدا فرمایا کہ لکھنا نہ جانتے تھے جس کا سیکھ لینا کم عقل اور کم فہم انسان کے لئے بھی آسان ہوتا ہے پس ان دونوں متضاد حالتوں کا اکٹھا ہونا، دو ضدوں کے اکٹھا ہونے کا قائم مقام ہوا، جو عادت جاریہ کے خلاف کاموں اور معجزات کے قائم مقام ہے۔“

حضرت امام علامہ فاسی اور حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالوں سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ آپ کا امی ہونا۔ آپ کی نبوت کی روشن دلیل ہے اور آپ بلحاظ عالم علوم ہونے کے ساری مخلوق سے ممتاز ہیں۔ ثابت ہوا کہ فقیر نے دوران تقریر ”امی“ کے جو معنی بیان کیے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ تاہم چونکہ معترض صاحب نے بزرگوں کے حوالے طلب کیے تھے فقیر نے اس کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے۔ پس اس کو چاہیے کہ بر ملا اپنی قطعی کا اعتراف کرے کہ میں نے جو حضور ﷺ کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ تو ان پڑھ تھا۔ لکھنا بھی نہ جانتا تھا۔ اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا۔“

میں اس گستاخ رویہ سے رجوع کرتا ہوں۔ اللہ و رسول سے معافی کا طلب گار ہوں۔

فقیر کو زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کو امام الرسل ﷺ کے

خدا داد بے مثل فضائل کے انکار اور تنقیص شان اقدس پر اس قدر اصرار کس وجہ سے ہے کہ جب اس کی معاندانہ دلیل کی بیخ کنی کر دی جاتی ہے تو جھٹ سے کوئی حیلہ بہانہ تراش کر کوئی دوسرا بے سرو پاؤں ڈھکوسلہ پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اپنی ضد اور احقانہ ڈھیٹ پن سے باز نہیں آتا۔ ایسے ہی گندم نما جو فرو شوں کے بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حالانکہ

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

معترض صاحب کا احقانہ ڈھکوسلہ اور اس کا جواب

فقیر نے معترض کے مطالبہ پر بزرگوں کے حوالے پیش کر دیے مگر تنقیص شان رسالت کی خاطر اس نے ایک احقانہ ڈھکوسلہ پیش کر دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔ امی کے یہ معنی کرنے کہ، جو ظاہری استاد کے بغیر کائنات کے ذرے ذرے کا عالم ہو، یہ مسئلہ عقیدے کا ہے اور عقیدے کے لئے قطعی نص یا متواتر حدیث لائی جائے۔ (صفحہ 30)

میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تو نے جو محبوب خدا ﷺ کے لئے لکھا ہے کہ ”وہ تو ان پڑھ تھا“ اس گندے عقیدے کے اثبات کے لئے تیرے پاس قطعی نص یا متواتر حدیث موجود ہے تو پیش کر۔ ورنہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دنیا و آخرت کے جملہ احوال و اخبار سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ کو اولین و آخرین کے غیبوں کے علوم عطا فرمائے ہیں اور نبی ﷺ کا استاد خود اللہ ہوتا ہے۔ اس کو دنیا میں سے کسی سے پڑھنے سیکھنے کی قطعاً حاجت نہیں ہوتی۔ مخلوق میں سے کوئی نبی اللہ کو پڑھانے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ نبی اللہ کسی سے کچھ پڑھے بغیر مخلوق کو غیب کی خبر دینے والا ہوتا ہے۔ ”امی“ کے

معنی یہی ہیں کہ وہ مخلوق میں سے کسی سے کچھ بڑھے بغیر مخلوق کو دنیا و آخرت کے علوم سے واقف کرے اور مخلوق میں موجود خدایوں کو دور کر کے ان کی اصلاح فرمادے۔ یہی عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر امت مرحومہ کے علماء و ائمہ کا اجماع ہے پھر معترض صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آیا تجھے اس عقیدے کے اثبات کے لئے مزید کوئی نص درکار ہے؟

قرآن و حدیث سے اس عقیدہ برحق کے اثبات کے لئے بہت نصوص موجود ہیں مگر فقیر سمجھتا ہے تلاشی حق کے لئے جو کچھ لکھ دیا گیا ہے کافی وافی و شافی ہے۔

واضح رہے کہ لفظ امی کے معنی پر معترض کے اعتراضات کا جواب مکمل ہو چکا۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں کے ترجمہ کے بارے میں بھی اس کی ہفوات کا رد ہو گیا ہے ضروری نہیں کہ اس کے فقیر کی تقریر پر ہر اعتراض بے جا و بیہودہ کا جواب دیا جائے۔ لہذا فقیر اس ”بے دال بودم“ کے، حضرت غوث صدیقی، محبوب سبحانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسراہ العزیز کے بارے میں بجواسات و ہدایات کو بھی نظر انداز کر رہا ہے۔ اس موضوع پر انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ رسالہ تحریر کر کے شائع کیا جائے گا تاکہ تفصیل کے ساتھ سیر حاصل بحث کی جاسکے۔ سر دست باعث تخلیق ہر دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں معترض کے مرشد عبدالکریم بیروالے کی دریدہ دہنی و گندی ذہنیت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ ہو مولوی عبدالکریم بیروالے نے شامل ترمذی کی حدیث 288 کا غلط ترجمہ کر کے لکھا ہے۔

حضور ﷺ اپنے کپڑوں میں سے جو کس نکالا کرتے تھے لکھتا ہے: حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو انسانوں میں سے ایک انسان تھا۔ اپنے کپڑوں میں سے جو کس نکالتا تھا بکریوں کا دودھ خود دھوتا تھا اور اپنا کام کاج خود کرتا تھا۔

(فضائل النبی ترجمہ شامل الترمذی صفحہ 194، طبع 2)

سادات مسجد میں، اس مندرجہ بالا غلط معنی پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ ”اے ملا محبوب کریم ﷺ کے پاک جسم میں جو کس نہیں ہوتی تھیں تو پھر نکالتے کیا تھے؟“ محدثین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر نہ کبھی ہٹھکتی تھی نہ جوں پڑتی تھی۔ اس بات پر معترض بھرتے ہوئے لکھتا ہے۔

اعتراض نمبر 10: اواندھے امرشدنا حضرت عبدالکریم نے تو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کو جو کس نہیں پڑتی تھیں۔ میرے پاس شامل ترمذی موجود ہے۔ اتنا جھوٹ نہ بول۔ پہلے دیکھا کر، پھر بکواس کرتا رہ“ (مطرقہ صفحہ 34)

جواب: مولوی عبدالکریم بیروالے کا غلط ترجمہ جو اس نے حدیث کا لکھا ہے وہ میں نے اوپر نقل کر دیا ہے اگر اس میں ایک حرف کا فرق بھی نکلے تو انعام دوں گا۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ خود مولوی عبدالکریم کے لکھے ہوئے ترجمہ کو دیکھ کر فیصلہ کریں مولوی عبدالکریم کا ترجمہ دیکھنے سے حقیقت صاف ظاہر ہو جائے گی۔ اس نے حدیث کا ترجمہ غلط لکھا ہے اس نے ”مظلی ثوبہ“ کا معنی لکھا ہے۔ ”اپنے کپڑوں میں سے جو کس نکالا کرتے تھے“ اس کا لکھا ہوا یہ ترجمہ صریحاً غلط ہے۔ اس لئے کہ ”مظلی ثوبہ“ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنے کپڑوں سے جو کس تلاش کرتے تھے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ عمل دوسروں کو تعلیم دینے کی خاطر تھا۔ تاکہ وہ حضور کے اس عمل مبارک کو دیکھ کر اپنے کپڑوں میں جو کس تلاش کیا کریں۔ ورنہ حضور ﷺ کے کپڑوں میں تو جو کس پڑتی ہی نہیں تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالکریم بیروالے کا ترجمہ غلط ہے کہ۔ اپنے کپڑوں سے جو کس نکالا کرتے تھے“ تلاش کرنے اور نکالنے میں جو فرق ہے صاف ظاہر ہے۔ مگر افسوس کہ نام نہاد ”مرشد“ دہانی ہے۔ رجل رشید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اور اس کے پیروں کو ان معنوں میں کچھ فرق نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ حضور پر نور ﷺ کی تفقیص شان اور گستاخی و بے ادبی، ان کی کھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور اس کی پاداش میں یہ بے ادب نور ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی بصیرت ان سے چھین لی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ

من ذالک۔

از خدا جو کیم تو مفتی ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمد آفاق زد
(مشکوٰۃ معنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

حدیث مبارک ”یَقْلِبُ ثَوْبَهُ“ کے صحیح معنی یہ ہیں

شارح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں:

یقلی بفتح فسکون فکسر ویجوز ان یکون من التقلیة ففی
القاموس فلی رأسة بحثہ عن القمل کفلاہ ای یفتش
(جمع الوسائل فی شرح الشماکل، صفحہ 149، جلد 2)

”یقلی کا پہلا حرف زبر، دوسرا حرف جزم، تیسرا حرف زیر سے پڑھا جائے۔ یہ
لفظ ”التقلیة“ سے لینا بھی جائز ہے۔ لغت کی کتاب قاموس میں ہے ”قلی راسہ“
اس کا معنی ہے، اپنے سر کے بالوں کو الٹا پلٹا کر جوؤں کو تلاش کیا۔ غلاہ کے معنی
تلاش کرنا ہے۔

اور علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یفتشه لیلئقط مافیہ من نحو قمل

”یعنی تلاش کرتے تھے کہ کوئی چیز مثلاً جوں وغیرہ ہو تو نکال کر پھینک دی
جائے۔“ (شرح شماکل للمناوی صفحہ 149، جلد 2)

یہ لکھ کر علامہ مناوی علیہ الرحمۃ وضاحت فرماتے ہیں:

ان الظاهر هذا ان القمل كان يؤذى بدنه لکن ذکر ابن
السبع و تبعه بعض شراح الشفاء انه لم یکن فیہ قمل لانه نور
ولان اصله من العفونة ولا عفونة فیہ واکثره من العرق و
عرقه طیب، ومن قال فیہ قملا فهو کمن نقصه ولا یلزم من

التقلیة وجود القمل فقد یکون للتعلیم اولفتش مافیہ

(شرح شماکل للمناوی، صفحہ 149، جلد 2)

”لفظ ”یقلی“ سے تو بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو کس آپ کے بدن کو ایذا دیتی
تھیں۔ لیکن اس طرح نہیں کہ حضرت ابن سبع اور شفا شریف کی شرح لکھنے والے
علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: حضور انور ﷺ کے جسم مبارک میں
جو کس ہوتی ہی نہیں تھیں۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور (جسم) تھے اور
اس لئے بھی کہ جو کس پڑنے کی اصل وجہ بدبو ہے۔ اور حضور ﷺ کے جسم اطہر
میں بدبو تھی ہی نہیں اور اکثر جو کس پسینہ سے پڑتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا پسینہ پاکیزہ خوشبودار تھا اور جو شخص کہے کہ حضور ﷺ کے جسم میں جو کس ہوتی
تھیں وہ شخص حضور انور ﷺ کی تنقیص (یعنی توہین) کرنے والے کی طرح
ہے۔ جو کس تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں ہو جاتا کہ جو کس ہیں۔ تلاش کرنا کبھی
دوسروں کو تعلیم دینے کی غرض سے بھی ہوتا ہے اور کبھی اس لئے بھی کہ دیکھیں کہ
اس میں کوئی اور چیز تو نہیں۔“

شماکل ترمذی مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی کے صفحہ 29 پر اسی مندرجہ بالا حدیث کے

حاشیہ میں تحریر ہے:

قیل انه صلی اللہ علیہ وسلم لم یقع ذباب قط ولم یکن القمل

یؤذیه تعظیما و تکریما لجاہہ

”علماء حدیث فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر پر نہ کبھی کبھی بٹھکتی تھی اور

نہ ہی جوں ایذا دیتی تھی۔ آپ کی بزرگی اور مرتبہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے۔“

حضور ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو کے بارے میں صحاح ستہ میں بہت سی روایات

موجود ہیں تاہم سیرت کی کتاب الشفاء للقاضی عیاضی علیہ الرحمۃ میں سے صرف تین

احادیث فقیر درج ذیل کر دینا کافی سمجھتا ہے۔

اعرفها غير المتاسع منها فان لم تصدقيني الخبر ضربت عنقك
فقال له ان اباك عنين فخفت على المال فمكنت الراعى من
نفسى فالت منه فلم يعرف انه ابن زنا حتى نزلت الآية وانه ذم
بذلك لان الغالب ان النطفة اذا خبت خبت الولد

(الاصاوى على الجلالين، صفحہ 198، جلد 4)

”جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے نو صفات سے متصف بتایا ہے۔ جن میں سے ایک صفت کے سوا سب کو جانتا ہوں کہ مجھ میں ہیں (یعنی آٹھ صفات کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں ہیں، 9 ویں صفت کے بارے میں مجھ کو کچھ پتہ نہیں) اگر تو اس 9 ویں صفت کے بارے میں سچ نہ بتائے گی تو میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے اس کو بتایا کہ تیرا باپ نامرد تھا، تو میں نے اس خوف سے کہ اس کے مرنے کے بعد، مال دوسرے لے جائیں گے چرواہے ملازم کو خود پر سوار کر لیا۔ پس تو اس کے نطفہ سے ہے تو جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی تھی اس کو معلوم نہ تھا کہ میں ولد الزنا (حرامی) ہوں اور اس آیت کے ذریعہ اسی لئے اس کو حرامی بتا کر مذمت کی گئی ہے۔ اس لئے کہ غالب امر یہ ہے کہ جب نطفہ خبیث ہو تو اس سے اولاد بھی خبیث پیدا ہوتی ہے۔“

شقی ازلی ولید بن مغیرہ نے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی شان ارفع میں گستاخی کا ایک لفظ مجنون کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام زادہ ہونے کے ساتھ نو سچے عیب بیان فرمادیے اس بناء پر مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کی تنقیص و توہین کرنے والا گستاخ ھینہ ولد الزنا (حرامی) ہوتا ہے۔ اب معترض صاحب بتائے کہ اس نے جو حضور (ﷺ) کی شان اقدس میں مندرجہ ذیل الفاظ تنقیص و توہین اور گستاخی والے لکھے ہیں۔ تو وہ خود آیت مندرجہ بالا کے مصداق عتل بعد ذالک زنیہم۔ ہوا یا نہیں؟ انصاف

شرط ہے۔ معترض نے لکھا ہے (وہ تو ان پڑھ تھا، لکھنا بھی نہیں جانتا تھا، اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا، وہ تو قیامت میں نفع دینے کا مالک نہ ہوگا)

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہے کیا نہیں میں حلال کا ارے ہاں نہیں۔ ارے ہاں نہیں
جنس کو جنس میں ڈھانک کر بھیجنے کی تہمت

سادات مسجد لاڑکانہ میں میں نے دارالمن تقریر آیت مبارکہ لقد من اللہ علی المؤمنین کا حوالہ اس ضمن میں دے کر کہا تھا کہ نبی کریم (ﷺ) عام انسانوں جیسے نہیں ہیں۔ اور آپ کے جسم اطہر اور کپڑوں میں جو کچھ نہیں پڑتی تھیں۔ لیکن ہیرائی مولوی نے لکھا ہے کہ نبی سائیں اپنے کپڑوں میں سے جو کچھ نکالا کرتے تھے۔ اس بات کے حاشیہ نمبر 2 میں پھر نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے: آپ کے جسم اطہر میں جو اصلاً نہیں ہوتی تھی مگر مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے شاید دوسروں سے آپڑتی تھیں۔ (شامل ترمذی، صفحہ 194)

محدثین کرام کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ کو بھی شناس تھی اس لئے کسی بھی حالت میں حضرت حبیب کریم (ﷺ) کے جسم مبارک اور کپڑوں میں ہرگز نہ پڑتی تھیں۔ حدیث میں رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے ساری مخلوق جانتی ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، سوائے سرکش جنوں اور سرکش انسانوں کے۔

جو کچھ بھی مخلوق ہیں حضور (ﷺ) کے ارشاد کے موجب وہ بھی حضور کو رسول جانتی تھیں اور ادب و احترام کرتی تھیں۔ آپ کے جسم اطہر اور لباس مبارک میں مجلس میں بیٹھنے والوں سے بھی آکر نہ پڑتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ حاشیہ نمبر 2 میں بھی ہیرا والے مولوی نے حضور (ﷺ) کے ارشاد مبارک کو جھٹلایا ہے۔ اور بڑی جسارت کے ساتھ غلط بیانی کی ہے۔ جو کچھ تو عموماً گندے، بدبودار، عام آدمیوں کے بدن اور کپڑوں میں پڑتی ہیں۔ حضور اکرم کو عام آدمیوں میں شمار کرنا کفر صریح ہے۔ قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کو عام آدمیوں کی طرح جانا شیوہ کفار ہے۔

کافراں دید نما احمد ابشر

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا معترض کے اطمینان کی خاطر فقیر یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث دیوبندیوں کے بڑے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تصنیف ”نشر الطیب“ کے ”پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں“ نقل کی ہے۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدہ)

”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب“

یہاں نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور کتاب سے قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ خود اعلان فرماتا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ”نور“ ہیں۔ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اعلان فرماتے ہیں: میں ”نور من نور اللہ“ ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان اللہ عز وجل خلقنی من نورہ) (مسند فردوس، دیلمی، صفحہ 171، جلد 1)

حضرت ملا علی قاری محدث علیہ الرحمۃ الباری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں:

من انہ کان لا ظل لشخصه فی شمس ولا قمر لانه کان نوراً

ای بنفسه والنور لا ظل له لعدم جرمه وهذا ما فی النوادر

ولفظها لم یکن له ظل فی شمس ولا قمر

(شرح الشفاء صفحہ 753، جلد اول)

”نبی کریم ﷺ کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ ہوتا تھا اس لئے کہ آپ

نور تھے یعنی حضور کی ذات مبارک ”نور“ تھی اور نور کا جسم نہ ہونے کی وجہ سے سایہ

نہیں ہوا کرتا۔ یہ بات نوادر الاسول میں بھی مذکور ہے جس کے الفاظ اس طرح

ہیں۔ ”نبی اکرم ﷺ کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ ہوا تھا“۔ اللہ جل

شاند نے قرآن کریم میں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو ”نور“ فرمایا۔ اپنے محبوب سے حضور کے نور ہونے کا اعلان کرایا۔ مفسرین و محدثین عظام علیہم الرضوان نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضور کو ”نور“ تسلیم کیا۔

جملہ مسلمان قرآن وحدیث اور مفسرین و محدثین کے ارشادات کے مطابق حضور کو ”نور“ مانتے ہیں۔ لیکن معترض کو قرآن وحدیث و مفسرین و محدثین کے یہ ارشادات دکھائی نہیں دیتے۔ اس کی نظر اس آیت مبارکہ پر آ کر ٹکتی ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اور اس کا ترجمہ یہ لکھتا ہے ”(اے نبی) کہہ دو کہ میں تم جیسا ہی ایک آدمی ہوں“ (صفحہ 35)

یعنی اس کے عقیدے میں رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح صرف ایک آدمی ہی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے اور قطعاً مردود ہے۔

آیت مبارکہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم یہ ہے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف: 110)

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے۔“

ظاہری جسم کے لحاظ سے نبی آدم ہوں۔ مجھ پر بشری عوارض و امراض طاری ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں نور من نور اللہ ہوں۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام میرے نور سے مخلوق ہیں اور تمام بنی آدم اور مخلوق جنات و فرشتے عرش و کرسی لوح و قلم۔ آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ مجھے وحی آتی ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور میرے ذریعہ وحی و رسالت ختم کر دی گئی ہے۔ میرے ذریعہ نبوت ختم کر دی گئی ہے میں خاتم النبیین ہوں۔ اس لئے مخلوق میں تم میں سے کسی کا مثل نہیں ہوں۔ ایکم مثلی؟ تم میں کون ہے جو میرا مثل ہو؟

واضح رہے کہ اگر حضور ﷺ کو اصلی نوری صورت میں نبی و رسول بنا کر بھیج دیا جاتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی بھی دیکھ نہ سکتا نہ آپ سے کتاب قرآن مجید و حکمت کا علم حاصل کر سکتا اور نہ ہی احکام شرع و امور دین سے واقف ہو سکتا۔ اور نہ ہی کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی اور خصائل ناپسندیدہ و ظلمات نفسانیہ سے تزکیہ پا سکتا تھا۔ نہ خدا تعالیٰ کو جانتا مانتا اور نہ ہدایت پاتا۔ اسی طرح حضور ﷺ کی بعثت کے اصل مقصود سے مخلوق محروم رہ جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مخلوق کی ہدایت کے لئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو نبی آدم میں سے بشری لباس میں بھیجا۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١٠١﴾ (آل عمران)

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول (سرکارِ دو عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے (قرآن مجید ان کو سناتا ہے) اور انہیں پاک کرتا ہے۔“ (کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی اور خصائل ناپسندیدہ ظلمات نفسانیہ سے) اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے (اور نفس کی قوتِ علیہ و عملیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے) اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

کہ حق و باطل و نیک و بد میں امتیاز نہ رکھتے تھے اور جہل و نادیدہائی میں مبتلا تھے۔ یہی بات واضح کرنے کے لئے میں نے سادات مسجد کی تقریر میں کہا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ عام انسانوں جیسے نہیں ہیں۔ ان کی ظاہری بشریت بھی نورانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جنس سے دوسری جنس پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی والے قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنس کو دوسری جنس میں سے پیدا فرمایا۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو ”نور“ بنایا اور بشر سے پیدا فرمایا ہے۔ میری تقریر کے الفاظ کیسٹ میں محفوظ

ہیں۔ کسی بھی وقت سنے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ معترض صاحب نے بدینتی سے میرے الفاظ کو توڑ مروڑ کر تہمت لگا کر اس طرح لکھا ہے۔

(الف) شر صاحب۔ آیت لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ کا ترجمہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ”بے شک مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے کہ تمہاری جنس میں دوسری جنس کو ڈھانک کر میں نے بھیجا ہے۔“

(ب) اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھانک کر بھیجتا تو یہاں بشر کا لفظ نہ بولتا۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صاف بشر کہا ہے۔ بشر ہونے کا اعلان کر آیا ہے۔

(د) جہاں ایک جنس کو دوسری جنس میں ڈھانک کر بھیجا کرتا ہے تو وہاں ”تمثل“ کا لفظ ہوتا ہے۔ (صفحہ 35)

چیلنج

اگر معترض صاحب میری تقریر کی کیسٹ سے یہ الفاظ ثابت کر دے۔ ”تمہاری جنس میں میں نے دوسری جنس کو ڈھانک کر بھیجا ہے“ تو اسے مبلغ دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ الفاظ ثابت نہ کر سکا تو اس کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔ فنجعل لعنة الله على الكاذبين۔

مولوی علی محمد صاحب کے اعتراضات کا جواب

یہ اعتراض ”کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھانک کر بھیجتا تو اس کے متعلق بشر کا لفظ نہ بولتا“ سفاهت و جہالت کی دلیل ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورانی مخلوق ملائکہ کو جب انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا ہے اس وقت ”بشر“ کا لفظ فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو جب حضرت بی بی مریم کے پاس ڈھانک کر بھیجا تو بشر کا لفظ فرمایا ہے:

فَاَمْرًا سَلَمًا اِلَيْهَا فَاَوْحَا فَنَسِفَكَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٩٦﴾ (مریم)

”پس ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست بشر کی صورت میں ظاہر ہوا۔“

ثابت ہوا کہ جبریل علیہ السلام کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا تو ان کے لئے لفظ ”بشر“ فرمایا ہے۔

معرض من گھڑت قاعدہ کے مطابق کہتا ہے۔ ”جہاں ڈھانک کر بھیجا ہے وہاں تمثیل کا لفظ کہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے آیت مذکورہ فتمثل لہما بشر اسو یا پیش کی ہے۔ لیکن اس سے اس کا سن گھڑت دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت مبارکہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نورانی مخلوق کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا ہے تو اس کے بارے میں بشر کا لفظ فرمایا ہے یہ ضروری نہیں کہ ڈھانک کر بھیجنے کا بیان کرتے وقت ”تمثل“ کا لفظ بولا جائے اس کی تردید کے لئے ثبوت ملاحظہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں ہے کہ ملائکہ کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا گیا۔ لیکن تمثیل نہیں فرمایا گیا:

(۱) وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالِ سَلَامًا

لَيْسَ أَنْ جَاءَ بِجُحْشٍ حَنِينٍ (ہود)

”بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے کہا سلام، اس نے جواب میں کہا سلام۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا پتھر اڑے آئے۔“

(۲) وَنَبِّئْهُمْ عَنْ صَافٍ إِبْرَاهِيمَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالِ

إِنَّا مُنْكُمْ وَجُلُونا (الحجر)

”اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سناؤ جب اس کے پاس آئے تو بولے سلام اس نے کہا ہمیں تم سے ذکر کیا ہے۔“

(۳) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ صَافٍ إِبْرَاهِيمَ النَّكْرَ وَهِنَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ

فَقَالُوا سَلَامًا قَالِ سَلَامًا قَوْمٌ مُنْكُمْ وَنَ (الذاریات)

”اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب انہوں

نے اس کے پاس آکر سلام کہا۔ آپ نے فرمایا سلام۔ اوپر آدی گئے ہیں۔“

مندرجہ بالا تینوں آیات مبارکہ میں ذکر ہے کہ نوری ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں انسانی صورت میں ڈھکے ہوئے حاضر ہوئے لیکن کسی بھی آیت مبارکہ میں ان کے لئے لفظ تمثیل نہیں ہے۔ اس لئے معرض کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر جاننا اور کہنا شیوہ کفار ہے ضال و مضل وہابیوں کے سارے گروہ آیہ مبارکہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے صحیح و اصل مفہوم کو ہکا بکا ذکر حضور منیع نور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہی جیسا بشر کہتے ہیں۔ اور اپنے اس غلط عقیدہ کو بمصدقہ

ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مسلمانوں کے دل و دماغ میں بٹھا دینے کی سر توڑ کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ

ایسا عقیدہ رکھنا شیوہ کفار ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ الْمَلِكُ الَّذِي يَنْفَرُ مِنْ قَوْمِهِ مَا تَزِيدُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا

”تو اس قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدی

دیکھتے ہیں۔“ (ہود: 27)

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں قرآن پاک میں جا بجا

ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب، سید الانبیاء ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے اور ہماری خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔ نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَقَالَ الْمَلِكُ الَّذِي يَنْفَرُ مِنْ قَوْمِهِ مَا تَزِيدُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا

”تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدی۔“

نیز فرمایا:

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الَّذِينَ هُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٢٤﴾ (المومنون)

”اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔“

وَلَكِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِذَا أُلْحِضُوا ﴿٢٥﴾ (المومنون)

”اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو تو تم ضرور کھانے میں رہو۔“
یعنی یہ اگر نبی ہوتے تو ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے ان باطن کے اندھوں نے کمالات نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے یہ بنیاد ان کی گمراہی کی ہوئی۔

نیز فرمایا:

إِذَا أُمِرْنَا لِدِينِهِمْ ائْتَيْنَا فَقَدِ بُدُّوا قَبْرًا فَقَالُوا إِنَّنَا إِلَهُكُم مُّزْسَلُونَ ﴿٢٦﴾ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا (یس)

”جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا، اب ان سب نے کہا (یعنی تینوں فرستادوں نے) کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔“

ثابت ہوا کہ کفار انبیاء و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسر شان کے لئے ان کو بشر کہہ کر پکارتے تھے اسی طرح تمام نجدی و ہابی بھی سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسر شان اور توہین و تنقیص کے مرتکب ہیں۔ شیوۂ کفار کو اپنائے

ہوئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد میں تم میں سے کسی کے بھی مثل نہیں ہوں۔ صحابہ کرام کا اقرار ہم آپ کے مثل نہیں ہیں

عن عبد الله رضى الله عنهما قال حدثت يا رسول الله انك قلت صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة وانت تصلى قاعدا فقال اجل ولا تكن لست كاحد منكم (مسلم صفحہ 253، جلد 1)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ بے شک آپ نے فرمایا ہے: آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا (ثواب کے لحاظ سے) نماز کا نصف ہے اور آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا ہاں (یہ درست ہے) لیکن میں تم میں سے کسی کے بھی مثل نہیں ہوں۔“

عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تتوا صلوا قال انك تواصل قال لست كاحد منكم قال اني اطعم واسقي او اني ابیت اطعم واسقي (صحیح بخاری، صفحہ 263، جلد 1)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لگاتار روزے نہ رکھا کرو، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی آپ خود تو لگاتار روزے رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایک کے بھی مانند نہیں ہوں۔“

فرمایا بے شک میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ مجھ کو کھلایا پلایا جاتا رہتا ہے۔ نیز اسی مضمون کی روایت حدیث کی کتب (جامع ترمذی صفحہ 97، جلد 1۔ ابوداؤد، شریف، صفحہ 329، جلد 1 اور صحیح بخاری، صفحہ 263، جلد 1 میں موجود ہے جن کے الفاظ یہ ہیں ”لست مثلكم، لست كهيئتكم اور انی لست كاحد منكم تمہاری مثل نہیں ہوں“

میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں کسی ایک کی مانند نہیں ہوں۔“

صحیح بخاری کی ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے وایکم مثلی۔ تم میں کون ہے جو میری مثل ہو؟ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

كان رسول الله اذا امرهم امرهم من الاعمال بما يطيقون
قالوا انا لسنا كهيتك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

(صحیح بخاری، صفحہ 7، جلد اول)

”رسول اللہ ﷺ صحابہ کو کوئی حکم دیتے تھے تو اس طرح کے اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض کیا کرتے تھے کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے مثل نہیں ہیں۔“

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری مثل نہیں ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی عقیدہ تھا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی مثل نہیں ہیں مگر بد نصیبی ہے۔ نجدی، وہابی، دیوبندیوں کی جن کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم بھی ہم جیسے ہی آدمی ہیں۔ جس سے ارشادات رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکذیب اور تنقیص شان رسالت ہوتی ہے جو صریح گمراہی ہے۔ لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

آیت مبارکہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا صحیح مطلب

معتز نے باعث تخلیق عالم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا معنی یہ لکھا ہے ”اے نبی! کہو کہ میں تم جیسا ہی آدمی ہوں۔“

(صفحہ 35)

اس لئے فقیر اس گمراہ کن غلط عقیدہ کی تردید کے لئے آیہ مبارکہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا صحیح مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بالاختصار واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ واضح رہے کہ نصوص قرآن مجید اور احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا ثابت

ہے۔ حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار قرآن وحدیث کا انکار ہے۔ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انہی کی اولاد ہیں۔ اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں۔ یعنی اولاد آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر۔

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ البشورۃ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح اور ادمۃ کے معنی باطنی سطح کے ہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں انسان کی جسمانی بناوٹ اور ظاہری جسم کا لحاظ کیا ہے تو ایسے موقع پر خاص کر اسے بشر کہا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں کہہ کر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ بلاشبہ بشری تقاضوں میں سب انسان برابر ہیں مگر معارف جلیلہ اور اعمال جلیلہ کے لحاظ سے ان میں تفاوت رتبہ پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ان معارف و اعمال کے ساتھ مخصوص فرما کر سرفراز کر دیتا ہے۔ چنانچہ جملہ یوحی الی میں اس حقیقت پر تنبیہ کی ہے کہ میں تم میں صرف وحی الہی کے ساتھ ممتاز ہوں۔ (مفردات القرآن)

واضح ہوا کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ بظاہر جسمانی بشریت کے لحاظ سے نبی آدم ہیں۔ بشری تقاضوں میں سب انسانوں جیسے ہیں۔ لیکن تکلیفیت، حضور کی بشریت کسی بھی بشر کے مثل نہیں اور محال ہے کہ کوئی بھی بشر حضور کا مثل ہو جو کوئی کسی صفت خاصہ میں کسی کو حضور کا مثل بتائے، گمراہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے اور حضور کے نور سے ساری مخلوق پیدا کی ہے۔ جیسا کہ حدیث جابر کی روایت سے بالوضاحت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور، اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر میرے نور سے عرش و کرسی۔ لوح و قلم ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ چاند، سورج، ستارے، ملائکہ، جن و انس وغیرہم تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ یہ حدیث دیوبندیوں وہابیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی ”نشر الطیب“ میں نقل کر کے فرمایا ہے۔ اس

حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باوہدیت حقیقیہ ثابت ہوا، الخ۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام، ابوالبشر ہیں اور حضور ﷺ ابوالخلیق ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور تمام بشر، خاک کی ہیں مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور مٹی بھی حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں۔ یہ ظاہر بشر ہونے کے باوجود نور من نور اللہ ہیں۔ آپ کی بشریت نوری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا مظہر بنایا دہی تھے ممتاز کیا، مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز کیا کہ آپ نے فرمایا: انا وانا حبیب اللہ (ترمذی شریف، صفحہ 202، جلد 2) من لو میں اللہ کا حبیب ہوں۔

آپ کی محبوبیت کبریٰ کے بارے میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

ثم من المعلوم انه لولا نور وجوده وظهور كرمه وجوده لما خلق الافلاك ولا اوجد الا ملاك فهو مظهر للرحمة الالهية التي وسعت كل شيء من الحقائق الكونية المحتاج الى نعمة الابداد ثم الى منحة الامداد

(شرح شفا علی القاری، صفحہ 37، جلد 1)

”اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کا ظہور نہ ہوتا تو یہ افلاک و املاک کبھی نہ ہوتے پس آپ کی ذات اس رحمت البسیہ کا کامل مظہر ہے اور ہر اس چیز کو محیط ہے جو اپنی ایجاد و تخلیق اور ظہور و وجود میں آپ کی محتاج ہے۔“

اللہ عز و جل فرماتا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ)

”بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔“

حضرت علامہ ملا علی قاری محدث رحمۃ اللہ علیہ ”شرح شفا“ میں فرماتے ہیں کہ نور اور کتاب ہمیں دونوں حضور ہی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ مظہر ذات، مظہر صفات، مظہر احکام و

اخبار ہیں لہذا یہ عطف تفسیری بھی ہو سکتا ہے۔
”تفسیر جلالین“ میں ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

”نور وہ نبی ﷺ ہیں اور کتاب قرآن مبین ہے۔“

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سمى نوراً لانه اصل كل نور حسي ومعنوي (تفسير صاوي)
”اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ”نور“ فرمایا اس لئے کہ ہر نور حسی و معنوی کی اصل ہیں۔“

تفسیر روح المعانی میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ، نور عظیم وهو نور الانوار والنبي المختار صلى الله عليه وسلم

”اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ نور عظیم ہیں صرف ہدایت کا نور نہیں بلکہ حضور نور الانوار ہیں یعنی تمام نوروں کا نور ہیں اور نور حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بلکہ بنفس نفیس خود نبی مختار ﷺ ہی تمام نوروں کا نور ہیں۔“

واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت حقیقی اور جسمانی ہے۔ آپ ایمان و معانی یعنی ذات و صفات دونوں کے جامع ہیں۔ نور مطلق بن کر تشریف لائے یعنی حضور ﷺ ایسا نور ہیں جس کے ساتھ کوئی قید نہیں۔ اس سے یہ واضح ہے کہ حضور ﷺ علی الاطلاق نور ہیں۔ ہدایت کا نور، علم کا نور، ایمان کا نور، جسم کا نور، جان کا نور، زمین کا نور، آسمان کا نور، عرش کا نور، فرش کا نور، لوح و قلم کا نور، ملائکہ کا نور، انحصار تمام مخلوق کا نور ہیں۔

حدیث جابر میں حضور نے فرمایا:

يا جابر ان الله خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره. (بخاری)

عن ابن عباس ان الله عز وجل خلقني من نوره

(مسند فردوس دہلی جلد 1، صفحہ 171)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا
بے شک مجھ کو اللہ عز وجل نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔“

حضور ﷺ کے نور من نور اللہ ہونے کا مطلب

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ
حضور اللہ تعالیٰ کا خاص جلوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نور کا بعض حصہ نہیں ہیں۔ یہ من تجزیہ نہیں
بلکہ شرافت پر دلالت کرتا ہے جیسے نفخت فیہ من روحی یا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے
روح منہ نجدی اور یو ہندی وہابی حضور ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہوئے اور قُلْ
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ظاہری الفاظ کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بشریت کے
مثل بشر مانتے ہیں۔ جو نص قرآن اور احادیث صحیحہ کا صریح انکار ہے۔ پس جس طرح
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی نورانیت کا مطلقاً انکار بھی بے دینی و گمراہی ہے۔ اعاذ باللہ منہ۔

حضور ﷺ کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں

گزشتہ صفحات میں قرآن وحدیث سے ثابت ہو چکا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نور من نور
اللہ ہیں اور بے مثل ہیں۔ اب تمام نجدی وہابیوں کے اس باطل عقیدہ کی تردید مقصود ہے۔
جو قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے غلط استدلال کر کے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عام
بشر جانتے اور خود کو بظاہر بشریت حضور ﷺ کے مثل مانتے ہیں۔ جب کہ قرآن وحدیث
سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق میں سے کسی کے مثل نہیں، نہ
مخلوق میں سے کوئی حضور ﷺ کے مثل ہو سکتا ہے۔ اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے۔ اور
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ میں ظاہر صورت بشری میں تم جیسا ہوں کہ مجھ پر

بشری اعراض وامراض طاری ہوتے ہیں اور صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں
(خرائن العرفان)

آپ اس چیز میں مثل ہیں کہ آپ نے فرمایا میں خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا
شائبہ نہیں۔ نہ خدا ہوں، نہ خدا کا جزو، نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خاص بندہ ہوں۔ سرکارِ دو
عالم ﷺ سے إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان اس لئے کرایا گیا کہ چونکہ آپ کے لباس
بشریت میں ظہور کے باوجود آپ کی صفات و خصوصیات تمام بنی نوع بشر کی خصوصیات و
صفات سے بالا و برتر اور بے مثل ہیں آپ کے معجزات تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے معجزات سے عظیم و بے نظیر ہیں اس لئے آپ سے عبدیت کا اقرار کرایا گیا کہ کہیں لوگ
آپ کو بھی یہود و نصاریٰ کی طرح ابن اللہ یا خدا کی میں شریک نہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ علامہ
فاضل شفاء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قلت فیہ سد الباب الفتنة بھا النصاری حین راوا عیسیٰ
یبرئ الاکمہ والابوص ویحیی المولی وقد اعطی اللہ تعالیٰ
لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم من المعجزات اضعاف ما اعطی
عیسی علیہ السلام فامرہ باقرار العبودیۃ وتوحید الباری لا
شریک لہ (تفسیر مظہری صفحہ 77، جلد اول)

”میں کہتا ہوں کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنے سے اس فتنہ کا دروازہ بند کیا گیا
ہے جس فتنے میں نصاریٰ بتانا دگت تھے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام مادرِ اذنا بیٹاؤں کو پنا کر رہے ہیں کوڑھیوں کو تندرست کر رہے ہیں اور
مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ تو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنا
شروع کر دیا۔ اور بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام سے بہت زیادہ اور عظیم مجوزے عطا فرمائے ہیں۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ
نے حکم فرمایا کہ اپنی عبدیت قائم رکھیں اور باری تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان

فرمائیں کہ وہ لاشریک نہ ہے۔

تاکہ آپ کی تواضع کے اعلان کو دیکھ کر، لوگ آپ کو نصاریٰ کی طرح ابن اللہ نہ کہنے لگ جائیں یا آپ کو خدائی میں شریک نہ ٹھہرائیں۔

بفضل اللہ تعالیٰ عزاسمہ و بفضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کہ سادات مسجد لاڑکانہ میں فقیر کی تقریر و بیان پر مولوی علی محمد صاحب کے اعتراضات کے جوابات تکمیل پذیر ہو گئے۔

قالحمد لله على ذالك والصلوة والسلام على حبيبہ سيد المرسلين، خاتم النبيين، رحمة للعالمين سيد الاولين والآخرين سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه اجمعين. آمين

حررہ الفقیر محمد عبدالرحیم سکندری

مہتمم مدرسہ صیغۃ الہدیٰ۔ شاہ پور چاکر ضلع ساٹکھڑ (سندھ)

25 رمضان المبارک 1415 ہجری۔ مطابق 26 فروری 1995ء

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جلد 10

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف"

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھا لوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:- 7220479- 7221953- 042-7238010 فیکس:- 042-7238010

042-7247350- 7225085

021-2212011- 030411

اہل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جلد ۲

خصوصیات

یہ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل

یہ متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

یہ مقررین کو اعظمن کیلئے بیش قیمت خزانہ

یہ ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب
فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

حضورِ امانت پیر محمد کرم شاہ لاہوری مدظلہ العالی کی
یادگار تصانیف

ترجمہ جمال القرآن
القرآن

قرآن پاک کا استہانی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجازِ قرآن کا شوق نظر آتا ہے

تفسیر خیر القرآن

فہم قرآن کا بہتری ذریعہ
اہلِ دین کے لیے ایک ایسا نکتہ

نفس خیر الام

مقالات

ضیاء الہی

رد و سوز اور تحقیق و انصاف
مہم تصنیف

مجموعہ مقالات دلائلِ نبوت

مشائخِ بلند پایہ حقیقہ نبویہ اور دیگر مسائل
کے مقالات اور رد و ردائے کجگویش

قصیدہ اطیب النعم

غوصِ صورتِ نعمتِ قصیدہ کی ہر سوز
آوردہ دلآویز شرح

فون: 7221-61-7220-479
7238010

7225965-7247350

2630411-2212011
2210212

ضیاء القرآن پبلیکیشنز